نقل ٹائیٹل بار اول

حصہ اول

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کردیگا

ازالہ اوہام

فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

الحمد والمنت کہ بماہ مبارک ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ کتاب جامع معارف قرآنی وشارح اسرار کلام ربانی از تالیفات مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

باہتمام وسعی شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند مطبوع گردید

قیمت فی جلد ۸ عہ

تعداد جلد ۷۰۰

اے شک کرنیوالو!

آسمانی فیصلہ کی طرف آجاؤ

اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصّوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

اٰمنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والبعث بعد الموت واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ فاتقوا اللہ ولا تقولوا لست مسلمًا واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون۔

اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزما لو خدا کس کے ساتھ ہے اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو! اور سجادہ نشینو! جو مکفّر اور مکذّب ہو۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مِل جُل کر یا ایک ایک آپ میں سے اُن آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ تمہیں شرمندہ کریگا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دیگا اور اُسوقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے؟ کہ اس آزمائش کیلئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دیکر اُن تعلّقات قبولیت میں جو میرا ربّ میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلّقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے وہ اُسی کی مدد کریگا جسکو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اُس سے لڑو گے؟ کیا کوئی متکبّرانہ اُچھلنے سے درحقیقت اونچا ہوسکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دو گے اُس ذات سے ڈرو جسکا غضب سب غضبوں سے بڑھکر ہے۔ اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی۔

النّاصح

خاکسار غلام احمد قادیانی از لودہیانہ محلہ اقبال گنج

ص۱ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ علیٰ قومٍ موجع سیما علے امام الاصفیا وسید الانبیاء محمدن المصطفٰے واٰلہ واصحابہ اجمعین۔ اللّٰھم ارزقنا انوار اتباعہ واعطنا ضوءۂ بجمیع انواعہ برحمتک علیہ واشیاعہ

اس سوال کا جواب کہ حضرت مسیح بن مریم نے مُردوں کو زندہ کیا اور اندھوں کو آنکھیں بخشیں بہروں کے کان کھولے ان تمام معجزات میں سے مثیل مسیح نے کیا دکھایا

اس جگہ اوّل تو یہ جواب کافی ہے کہ جس مسیح کے مُسلمان لوگ منتظر ہیں اس کی نسبت ہرگز احادیث میں یہ نہیں لکھا کہ اُس کے ہاتھ سے مُردے زندہ ہوں گے بلکہ یہ لکھا ہے کہ اُس کے دم سے زندے مریں گے
ص۲ علاوہ اس کے خدائے تعالیٰ نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا رُوحانی طور پر مُردے زندہ کیے جائیں بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجذوموں کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں باہر نکالے جائیں اور نیز یہ بھی وجہ مماثلت ہے کہ جیسے مسیح بن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا اسی کام کے لیے یہ عاجز مامور ہے تا غافلوں کے سمجھانے کے لیے قرآن شریف کی اصلی تعلیم پیش کی جائے مسیح صرف اسی کام کے لیے آیا تھا کہ توریت کے احکام شدّ و مد کے ساتھ ظاہر کرے ایسا ہی یہ عاجز بھی اسی کام کیلئے بھیجا گیا ہے کہ قرآن شریف کے احکام بوضاحت بیان کر دیوے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مسیح موسیٰ کو دیا گیا اور یہ مسیح مثیل موسیٰ کو عطا کیا گیا سو یہ تمام مشابہت تو ثابت ہے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونیوالے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا وہ زندگی
ص۳ بخش باتیں جو مَیں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے مُنہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ مَیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لیے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دُوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عذر نہیں

کہ تم نے اس کے سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا سو تم مقابلہ کے لیے جلدی نہ کرو اور دیدہ و دانستہ اس الزام کے نیچے اپنے تئیں داخل نہ کرو جو خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنه مسئولا۔ بدظنی اور بدگمانی میں حد سے زیادہ مت بڑھو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی باتوں سے پکڑے جاؤ اور پھر اس دُکھ کے مقام میں تمہیں یہ کہنا پڑے کہ مالنا لا نری رجالا نعدھم من الاشرار۔

آں نہ دانائی بود کز ناشکیبائی نفس — خویشتن را زودتر بر ضد و انکار آورد
صبر باید طالبِ حق را کہ تخم اندر جہاں — ہر چہ پنہاں خاصیت دارد ہماں بار آورد
صـ۴ اندکے نورِ فراست باید ایں جا مرد را — تا صداقت خویشتن را خود باظہار آورد
صادقاں را صدق پنہانی نے ماند نہاں — نورِ پنہاں بر جبینِ مرد انوار آورد
ہر کہ از دست کسے خورداست کاساتِ وصال — ہر زماں رویش سرورِ واصل یار آورد

اے مسلمانو اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آ گیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی خدائے تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا سو شکر کرو اور خوشی سے اچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آ گیا۔ خدائے تعالےٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں
صـ۵ کے خونوں سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور بھیجتا ہے کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔ افسوس کہ تم اس دُنیا کے ظاہری قانونِ قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اس رُوحانی قانون فطرت سے جو اسی کا ہمشکل ہے بکلی بے خبر ہو۔

اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ بند ہی رہیں اور تم پیرِ مغاں بنے رہو اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو ٹٹولو کیا تمہاری زندگی دُنیا پرستی سے منزہ ہے کیا تمہارے دلوں پر وہ زنگار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو کیا تم ان فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں

لگے ہوئے تھے پھر کیا یہ سچ نہیں کہ تم مثیل مسیح کے لیے مسیحی مشابہت کا ایک گونہ سامان اپنے ہاتھ سے ہی پیش کر رہے ہو تا خدائے تعالیٰ کی حجت ہر یک طور سے تم پر وارد ہوئیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے بہت سے لوگ مشرق اور مغرب سے آئیں گے اور اس خوان نعمت سے حصہ لیں گے لیکن تم اسی زنگ کی حالت میں ہی مرو گے کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا۔

اور مشابہت کے لیے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کیے جاتے ہیں اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوتے ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہودا اسکریوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے آخر وہ محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دیدی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھے تھے مگر پطرس جس آخری کلمہ کے ساتھ حضرت مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے روبرو مسیح پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صحیح نہیں نکلیں مگر یہ بات الزام کے لائق نہیں کیونکہ امور اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی ہے حضرت موسیٰ کی بعض پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھ لی تھی غایت ما فی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں مگر یہ غلطی نفس الہام میں نہیں بلکہ سمجھ اور اجتہاد کی غلطی ہے چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جا سکتی ہے اس لیے اجتہادی طور پر یہ لغزشیں پیش آ گئیں۔

اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں نہیں دیکھتے کہ وہ تو کھلے کھلے انکار کیے جاتے ہیں چنانچہ ہیرودیس کے سامنے حضرت مسیح

جب پیش کیے گئے تو ہیرودیس مسیح کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اسے اس کی کوئی کرامات دیکھنے
ص۹ کی امید تھی پر ہیرودیس نے ہر چند اس بارہ میں مسیح سے بہت درخواست کی لیکن اُس نے کچھ جواب
نہ دیا تب ہیرودیس اپنے تمام مصاحبوں کے سمیت اس سے بے اعتقاد ہو گیا اور اُسے ناچیز ٹھہرایا۔ دیکھو
لوقا باب ۲۲۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ اگر حضرت مسیح میں اقتداری طور پر جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے معجزہ نمائی کی قوت
ہوتی تو ضرور حضرت مسیح ہیرودیس کو جو ایک خوش اعتقاد آدمی اور ان کے وطن کا بادشاہ تھا کوئی معجزہ دکھاتے
مگر وہ کچھ بھی دکھا نہ سکے بلکہ ایک مرتبہ فقیہوں اور فریسیوں نے جن کی قیصر کی گورنمنٹ میں بڑی عزت
تھی حضرت مسیح سے معجزہ مانگا تو حضرت مسیح نے انہیں مخاطب کر کے پر اشتعال اور پُر غضب الفاظ سے
ص۱۰ فرمایا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں٭ پر یونس نبی کے نشان کے سوائے
کوئی نشان اُنہیں دکھایا نہیں جائیگا دیکھو متی باب ۱۲- آیت ۳۹- اور حضرت مسیح نے یونس نبی کے
نشان کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اس سے حضرت مسیح کا یہ مطلب تھا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں
ص۱۱ ہلاک نہیں ہوا بلکہ زندہ رہا اور زندہ نکل آیا ایسا ہی مَیں بھی صلیب پر نہیں مروں گا اور نہ قبر میں مُردہ
داخل ہوں گا۔

ہم اور ہمارے نکتہ چین

ص۱۲ بعض صاحبوں نے نکتہ چینی کے طور پر اس عاجز کی عیب شماری کی ہے اور اگرچہ انسان عیب سے
خالی نہیں اور حضرت مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ مَیں نیک نہیں ہوں نیک ایک ہی ہے یعنی خدا۔

٭ حاشیہ:- اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا
ہے۔ کیونکہ متی باب ۲۳ آیت ۲ میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہوتے ہیں یعنے
ص۱ بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتدا کہلاتے تھے اور قیصر کے دربار
میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے پھر باوجود ان سب باتوں کے اُنہیں
فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کیے بلکہ تعجب تو
یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مؤدبانہ الفاظ سے سراسر انکساری طور پر حضرت مسیح
کی خدمت میں یُوں عرض کی کہ اے اُستاد ہم تم سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں اس کے جواب میں حضرت
مسیح نے اُنہیں مخاطب کر کے یہ الفاظ استعمال کیے کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے
ہیں الخ اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ اُن معزز بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے

لیکن چونکہ ایسی نکتہ چینیاں دینی کارروائیوں پر بداثر ڈالتی ہیں اور حق کے طالبوں کو رجوع لانے سے روکتی ہیں۔ اس لیے برعایت اختصار بعض نکتہ چینیوں کا جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی نکتہ چینی:۔ اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے رسولِ کریم کی بے ادبی کی اور پُردشنام تالیفات شائع کر دیں قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سبّ اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدائے تعالیٰ کی نسبت سبّ و شتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ پر خلافِ طریق ماموریہ کے سبّ و شتم سے کام لیا گیا۔ اما الجواب پس واضح ہو کہ
ص۱۳ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کیے ہیں اور درحقیقت سبّ و شتم میں داخل ہیں مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے مَیں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہریک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازمِ حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصوّر کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہریک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور
ص۱۴ تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑیگا کہ سارا قرآن شریف

ص۱۱ بقیہ ؕ حاشیہ:۔ رہے۔ کبھی انہیں کہا اے سانپو اے سانپ کے بچّو دیکھو متی باب ۲۳۔ آیت ۳۳ کبھی اُنہیں کہا اندھے دیکھو متی باب ۱۵ آیت ۱۴ کبھی انہیں کہا اے ریا کارو دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۳ کبھی انہیں نہایت فحش کلمات سے یہ کہا کہ کنجریاں تم سے پہلے خدائے تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں اور کبھی ان کا نام سؤر اور کُتّا رکھا دیکھو متی باب ۲۱۔ آیت ۳۱۔ اور کبھی انہیں احمق کہا دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۷۔ کبھی انہیں کہا کہ تم جہنمی ہو دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۶۔ حالانکہ آپ ہی حلم اور خلق کی نصیحت دیتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہوگا۔ اس اعتراض کا جواب ان مطاعن کے جواب میں دیا جائیگا جو تہذیب کے بارہ میں بعض خوش فہم آدمیوں نے اس عاجز کی نسبت کیے ہیں:۔

منہ

گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بُتوں کی ذلّت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کیے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بُت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصّہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفّارِ مکّہ کو مخاطب کرکے یہ فرمانا کہ انّکم وما تعبدون حصب جہنّم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفّار کو شرالبریہ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے اُنہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رُو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں واغلظ علیھم نہیں فرمایا کیا مومنوں کی علامات میں اشدّاء علی الکفّار نہیں رکھا گیا کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سؤر اور کُتّے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرماں روا ہیرودیس
۱۵ کا لونبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزّت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے ان کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلافِ تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو حرامکار ہو شریر ہو بدذات ہو بے ایمان ہو احمق ہو ریاکار ہو شیطان ہو جہنّمی ہو تم سانپ ہو سانپوں کے بچّے ہو کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدائے تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر نہایت درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے اور یہ حملہ انجیل پر سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اُس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لیے پتھر اُٹھائے
۱۶ اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے مُونہہ پر طمانچے بھی کھائے اور جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں سو انہوں نے زبان کی تلوار ایسی چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں جیسے انجیل میں ہیں۔ اس زبان کی تلوار چلنے سے آخر مسیح کو کیا کچھ آزار اُٹھانے پڑے ایسا ہی حضرت یحییٰ نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچّے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدس لوگ پرلے درجے کے غیر مہذّب تھے کیا زمانہ حال کی موجودہ تہذیب کی ان کو بُو بھی نہیں پہنچی تھی اس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولیٰ مادر و پدرم برادفدا باد حضرت خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اُتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرالبریہ ہیں سفہا

صـ۱۷ ہیں اور ذریت شیطان ہیں اور ان کے معبود توقود النار اور حصب جہنّم ہیں تو ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی، تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شر البریہ کہا اور ان کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنّم اور وقود النار رکھا اور عام طور پر اُن سب کو رجس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لیے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لیے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رُک
صـ۱۸ نہیں سکتا اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تُو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں یہ خوف کی جگہ نہیں۔ بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں دُکھ اُٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رِقّت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابو طالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے۔ جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں
صـ۱۹ جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا اب حاصلِ کلام یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ابو طالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان مبارک سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہر یک معترض کے ساکت کرنے کے لیے کافی و وافی ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو

صـ۱۸ حاشیہ ؎۔ یہ سب مضمون ابو طالب کا قصہ اگرچہ کتابوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی
صـ۱۹ ہے جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح کے لیے اس عاجز کی طرف سے ہے اس الہامی عبارت سے ابو طالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے لیکن بکمال یقین یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے سے انوار نبوّت و آثار استقامت دیکھ کر پیدا ہوئی تھی ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ایک بڑا حصّہ عمر کا جو چالیس برس ہے بیکسی اور پریشانی اور یتیمی میں بسر

وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دُوسری شے ہے ہریک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی
صـ۲۰ بات کو پُورے پُورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سُن کر افروختہ
ہو تو ہوا کرے ہمارے علماء جو اس جگہ لاتسبوا کی آیت پیش کرتے ہیں میں حیران ہوں کہ اس آیت کو ہمارے
مقصد اور مدعا سے کیا تعلق ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف دُشنام دہی سے منع فرمایا گیا ہے نہ یہ
صـ۲۱ کہ اظہارِ حق سے روکا گیا ہو اگر نادان مخالف حق کی مرارت اور تلخی کو دیکھ کر دشنام دہی کی صورت
میں اس کو سمجھ لیوے اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع کرے تو کیا اس سے امر معروف کا دروازہ
بند کر دینا چاہیے کیا اس قسم کی گالیاں پہلے کفار نے کبھی نہیں دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق
صـ۲۲ کی تائید کے لیے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بُت پرستوں کے اُن بتوں کو جو انکی
نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے اسلام نے مداہنہ کو کب جائز رکھا اور
صـ۲۳ ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے بلکہ اللہ جلّ شانہٗ مداہنہ کی ممانعت میں صاف
فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی اُن کی کفر کی حالت میں مداہنہ کا برتاؤ کریں وہ بھی

بقیہ ✲حاشیہ✲۔ کیا تھا کسی خویش یا قریب نے اُس زمانہ تنہائی میں کوئی حق خویشی اور قرابت کا ادا نہیں
کیا تھا یہاں تک کہ وہ رُوحانی بادشاہ اپنی صغر سنی کی حالت میں لاوارث بچوں کی طرح بعض بیابان
نشین اور خانہ بدوش عورتوں کے حوالہ کیا گیا اور اسی بیکسی اور غریبی کی حالت میں اس سیّد الانام
صـ۲۰ نے شیرخوارگی کے دن پورے کیے اور جب کچھ سن تمیز پہنچا تو یتیم اور بیکس بچوں کی طرح جن کا دنیا میں کوئی
بھی نہیں ہوتا ان بیابان نشین لوگوں نے بکریاں چرانے کی خدمت اُس مخدوم العالمین کے سپرد کی اور اس
تنگی کے دنوں میں بجز ادنیٰ قسم کے اناجوں یا بکریوں کے دُودھ کے اور کوئی غذا نہ تھی جب سنِ بلوغ پہنچا تو اُس
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے لیے کسی چچا وغیرہ نے باوجود آنحضرت کے اوّل درجہ کے حُسن و جمال
کے کچھ فکر نہیں کی بلکہ پچیس برس کی عمر ہونے پر اتفاقی طور پر محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مکہ
کی رئیسہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے پسند کر کے آپ سے شادی کر لی یہ نہایت تعجب کا مقام
صـ۲۱ ہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابو طالب اور حمزہ اور عباس جیسے موجود
تھے اور بالخصوص ابوطالب رئیس مکہ اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے اور دنیوی جاہ و حشمت و دولت و مقدرت
بہت کچھ رکھتے تھے مگر باوجود ان لوگوں کی ایسی امیرانہ حالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ایام
بڑی مصیبت اور فاقہ کشی اور بے سامانی سے گزرے یہاں تک کہ جنگلی لوگوں کی بکریاں چرانے تک نوبت
پہنچی اور اس دردناک حالت کو دیکھ کر کسی کے آنسو جاری نہیں ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اُن جیسے ہی بے ایمان ہیں اور کفار مکہ کی طرف سے حکایت کر کے فرماتا ہے ودّوا لو تدھن فیدھنون یعنی اس بات کو کفار مکہ دوست رکھتے ہیں کہ اگر تو حق پوشی کی راہ سے نرمی اختیار کرے تو وہ بھی تیرے دین میں ہاں میں ہاں ملا دیا کریں مگر ایسا ہاں میں ہاں ملانا خدائے تعالیٰ کو منظور نہیں۔ غرض آیت قرآنی جو معترض نے پیش کی ہے وہ اگر کسی بات پر دلالت کرتی ہے تو صرف اسی بات پر کہ معترض کو کلام الٰہی کے سمجھنے کی مس تک نہیں، نہیں خیال کرتا کہ اگر یہ آیت ہر یک طور کی سخت زبانی سے متعلق سمجھی جائے تو پھر امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے اور نیز اس صورت میں خدائے تعالےٰ کا کلام دو متناقض امروں کا جامع ماننا پڑے گا یعنی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اوّل تو اس نے ہر یک طور کی سخت کلامی
ص۲۴ سے منع فرمایا اور ہر یک محل میں کفار کا دل خوش رکھنے کے لیے تاکید کی اور پھر آپ ہی اپنے قول کے مخالف کارروائی شروع کر دی اور ہر یک قسم کی گالیاں منکروں کو سُنائیں بلکہ گالیاں دینے کے لیے تاکید کی سو جاننا چاہیے کہ جن مولویوں نے ایسا خیال کیا ہے کہ گویا عام طور پر ہر یک سخت کلامی سے خدائے تعالےٰ منع فرماتا ہے یہ اُن کی اپنی سمجھ کا ہی قصور ہے ورنہ وہ تلخ الفاظ جو اظہار حق کے لیے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر یک مخالف کو صاف صاف سُنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات وقت سے ہے تا مداہنہ کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ خدائے تعالےٰ کے برگزیدہ بندے ایسی سخت تبلیغ کے وقت میں کسی لاعن کی لعنت اور کسی لائم کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرے کیا معلوم نہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جس قدر مشرکین کا کینہ ترقی کر گیا تھا اس کا اصل باعث وہ سخت الفاظ ہی تھے جو ان نادانوں نے دشنام کی صورت پر سمجھ لیے تھے جن کی وجہ سے
ص۲۵ آخر لسان سے سنان تک نوبت پہنچی ورنہ اوّل حال میں تو وہ لوگ ایسے نہیں تھے بلکہ کمال اعتقاد سے

بقیہ حاشیہ:۔ کی عمر شباب پہنچنے کے وقت کسی چچا کو خیال تک نہیں آیا کہ آخر ہم بھی تو باپ ہی کی
ص۲۲ طرح ہیں شادی وغیرہ امور ضروریہ کے لیے کچھ فکر کریں حالانکہ ان کے گھر میں اور اُن کے دوسرے اقارب میں بھی لڑکیاں تھیں سو اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر سرد مہری ان لوگوں سے کیوں ظہور میں آئی اسکا واقعی جواب یہی ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے سید و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک لڑکا یتیم ہے جسکا باپ نہ ماں ہے بے سامان ہے جسکے پاس کسی قسم کی جمعیت نہیں نادار ہے جس کے ہاتھ پلّے کچھ بھی نہیں ایسے مصیبت زدہ کی ہمدردی سے فائدہ ہی کیا ہے اور اس کو اپنا داماد بنانا تو گویا اپنی لڑکی کو تباہی میں ڈالنا ہے مگر اس بات کی خبر نہیں تھی کہ وہ ایک شہزادہ اور رُوحانی بادشاہوں کا سردار ہے جس کو دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی جائیں گی۔ منہ

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی نسبت کہا کرتے تھے کہ عشق محمّد علی ربّہ۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلّم اپنے ربّ پر عاشق ہوگئے ہیں جیسے آجکل کے ہندو لوگ بھی کسی گوشہ نشین فقیر کو ہرگز بُرا نہیں کہتے بلکہ نذریں نیازیں دیتے ہیں۔

اس جگہ مجھے نہایت افسوس اور غمگین دل کے ساتھ اس بات کے ظاہر کرنے کی بھی حاجت پڑی ہے کہ یہ اعتراض جو مجھ پر کیا گیا ہے یہ صرف عوام الناس کی طرف سے ہی نہیں بلکہ میں نے سُنا ہے کہ بانی مبانی اس اعتراض کے بعض علماء بھی ہیں۔ سو میں اُن کی شان میں یہ تو ظن نہیں کر سکتا کہ وہ قرآن شریف
ص۲۶ اور کتب سابقہ سے بے خبر ہیں اور نہ کسی طور سے جائے ظن ہے٭ لیکن میں جانتا ہوں کہ آجکل کی یورپ کی جھوٹی تہذیب نے جو ایمانی غیوری سے بہت دُور پڑی ہوئی ہے ہمارے علماء کے دلوں کو بھی کسی قدر دبا لیا ہے اس سخت آندھی کے چلنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں بھی کچھ غبار سا پڑ گیا ہے اور ان کی فطرتی کمزوری اس نزلہ کو قبول کر گئی ہے اسی وجہ سے وہ ایسے خیالات پر زور دیتے ہیں جن کا کوئی اصل صحیح حدیث و قرآن میں نہیں پایا جاتا ہاں یورپ کی اخلاقی کتابوں میں تو ضرور
ص۲۷ پایا جاتا ہے اور ان اخلاق میں یورپ نے یہانتک ترقی کی ہے کہ ایک جوان عورت سے ایک نامحرم طالب کی بکلی دل شکنی مناسب نہیں سمجھی گئی مگر کیا قرآن شریف یورپ کے ان اخلاق سے اتفاق رائے کرتا ہے کیا وہ ایسے لوگوں کا نام دیوث نہیں رکھتا میں ایسے علماء کو محض للہ متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسی نکتہ چینیاں کرنے اور ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے حق اور حق بینی سے بہت

ص۲۵ حاشیہ٭۔ قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اُس سے بیخبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذّبین
ص۲۶ کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سُنا سُنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اولٰئک علیھم لعنت اللّٰہ والملٰئکۃ والناس اجمعین خالدین فیھا۔ الجزو نمبر۲۔ سورۃ بقرہ۔ اولٰئک یلعنھم اللّٰہ ویلعنھم اللٰعنون۔ الجزو نمبر۲
ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دُنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ انّ
ص۲۷ شرّ الدّواب عند اللّٰہ الذین کفروا۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے برخلاف ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر کہا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال

ص۲۸ دُور جا پڑے ہیں اگر وہ مجھ سے لڑنے کو تیار ہوں تو اپنی خشک منطق سے جو چاہیں کہیں لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے کسی قدر سوچیں تو یہ ایسی بات نہیں ہے جو ان کی نظر سے پوشیدہ رہ سکے نیک بخت انسان کا فرض ہے کہ سچائی کے طریقوں کو ہاتھ سے نہ دیوے بلکہ اگر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کی زبان پر کلمہ حق جاری ہو اور اپنے آپ سے غلطی ہو جاتے تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے شکر گذاری کے
ص۲۹ ساتھ اُس حقیر آدمی کی بات مان لیوے اور انا خیر منہ کا دعویٰ نہ کرے ورنہ تکبّر کی حالت میں کبھی رُشد حاصل نہیں ہوگا بلکہ ایسے آدمی کا ایمان بھی معرضِ خطر میں ہی نظر آتا ہے۔

اور سخت الفاظ کے استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لیے جو مداہنہ کو پسند کرتے ہیں ایک تحریک ہو جاتی ہے مثلاً ہندوؤں کی قوم ایک ایسی قوم ہے کہ اکثر ان میں سے ایسی عادت رکھتے ہیں کہ اگر ان کو اپنی طرف سے چھیڑا نہ جائے
ص۳۰ تو وہ مداہنہ کے طور پر تمام عمر دوست بن کر دینی اُمور میں ہاں سے ہاں ملاتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی تعریف و توصیف اور اس دین کے اولیاء کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں لیکن دل ان کے نہایت درجہ کے سیاہ اور سچائی سے دُور ہوتے ہیں اُن کے رُوبرو سچائی کو اُس کی پوری مرارت اور تلخی کے ساتھ ظاہر کرنا اس نتیجہ خیر کا منتج ہوتا ہے کہ اُسی وقت اُن کا مداہنہ دُور ہو جاتا ہے اور بالجہر یعنی واشگاف اور علانیہ اپنے کفر اور کینہ کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں گویا اُن کی دق کی بیماری محرقہ کی طرف انتقال کر جاتی ہے سو یہ تحریک جو طبیعتوں میں سخت جوش پیدا کر دیتی ہے اگرچہ ایک نادان کی نظر میں سخت اعتراض کے لائق ہے مگر ایک فہیم آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہی تحریک رو بحق کرنے کے لیے پہلا زینہ ہے جب تک ایک مرض کے مواد مخفی ہیں

بقیہ ٭ حاشیہ ٭ ۔ کیے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے۔ فلا تطع المکذّبین ودّوا لو تدھن فیدھنون ولا تطع کل حلّاف مھین ھمّاز مشّاء بنمیم منّاع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذالک زنیم
ص۲۸ سنسمہ علے الخرطوم۔ دیکھو سورۃ القلم الجزو نمبر ۲۹۔ یعنی تو ان مکذّبوں کے کہنے پر مت چل جو بدل اس بات کے آرزو مند ہیں کہ ہمارے معبودوں کو بُرا مت کہو اور ہمارے مذہب کی ہجو مت کرو تو پھر ہم بھی تمہارے مذہب کی نسبت ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے۔ ان کی چرب زبانی کا خیال مت کرو یہ شخص جو مداہنہ کا خواستگار ہے جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ضعیف الرائے اور ذلیل آدمی
ص۲۹ ہے دُوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا اور سخن چینی سے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا اور نیکی کی راہوں سے روکنے والا زناکار اور باایںہمہ نہایت درجہ کا بدخلق اور ان سب عیبوں کے بعد ولد الزنا بھی ہے عنقریب

صـ۳۱ تب تک اُس مرض کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا لیکن مواد کے ظہور اور بروز کے وقت ہر یک طور کی تدبیر ہو سکتی ہے انبیاء نے جو سخت الفاظ استعمال کیے حقیقت میں ان کا مطلب تحریک ہی تھا تا خلق اللہ میں ایک جوش پیدا ہو جائے اور خواب غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہو جائیں اور دین کی طرف خوض اور فکر کی نگاہیں دوڑانا شروع کر دیں اور اس راہ میں حرکت کریں گو وہ مخالفانہ حرکت ہی سہی اور اپنے دلوں کا اہلِ حق کے دلوں کیساتھ ایک تعلق پیدا کریں گو وہ عدوانہ تعلق ہی کیوں نہ ہو اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرماتا ہے فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا۔ یقیناً سمجھنا چاہیے کہ دین اسلام کو سچے دل سے ایک دن وہی لوگ قبول کریں گے جو باعث سخت اور پُر زور جگانے والی تحریکوں کے کتب دینیہ کے وَرق گردانی میں لگ گئے ہیں اور جوش کے ساتھ اس راہ کی طرف قدم اُٹھا رہے ہیں گو وہ قدم مخالفانہ ہی سہی ہندوؤں کا وہ پہلا طریق ہمیں بہت مایوس کرنیوالا صـ۳۲ تھا جو اپنے دلوں میں وہ لوگ اس طرز کو زیادہ پسند کے لائق سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی بات چیت نہیں کرنی چاہیے۔ اور ہاں میں ہاں ملا کر گذارہ کر لینا چاہیے لیکن اب وہ مقابلہ پر آکر اور میدان میں کھڑے ہو کر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آپڑے ہیں اور اُس صیدِ قریب کی طرح ہو گئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہو سکتا ہے اُن کی آہوانہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہیے وہ دشمن نہیں ہیں وہ تو ہمارے شکار ہیں عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ تم نظر اُٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دیگا سو تم اُن کے جوشوں سے گھبرا کر نومید مت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کے قبول کرنیکے لیے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آپہنچے ہیں میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مخالفانہ جوش سے بھرے ہوئے آج تمہیں نظر آتے ہیں تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم انہیں نہیں دیکھو گے۔ حال میں جو

بقیہ حاشیہ۔ ہم اس کے اس ناک پر جو سؤر کی طرح بہت لمبا ہو گیا ہے داغ لگا دیں گے۔ لمبی ناک سے مراد رسوم اور ننگ و ناموس کی پابندی ہے جو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے (اے خدائے قادرِ مطلق ہماری قوم کے بعض لمبی ناک والوں کی ناک پر بھی اُسترا رکھ) اب کیوں حضرت مولوی صاحب کیا آپ کے نزدیک ان جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے اور اس جگہ ایک نہایت صـ۳۰ عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید مغیرہ نے نرمی اختیار کر کے چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے اس کے جواب میں اس کے تمام پردے کھولے گئے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین سے مداہنہ کی امید مت رکھو۔ منہ

ص۳۳ آریوں نے ہم لوگوں کی تحریک سے مناظرات کی طرف قدم اُٹھایا ہے تو اس قدم اُٹھانے میں گو کیسی ہی سختی کے ساتھ ان کا برتاؤ ہے اور گو گالیوں اور گندی باتوں سے بھری ہوئی کتابیں وہ شائع کر رہے ہیں مگر وہ اپنے جوش سے درحقیقت اسلام کے لیے اپنی قوم کی طرف راہ کھول رہے ہیں اور ہماری تحریکات کا واقعی طور پر کوئی بدنتیجہ نہیں ہاں یہ تحریکات کوتہ نظروں کی نگاہ میں بدنما ہیں مگر کسی دن دیکھنا کہ یہ تحریکات کیونکر بڑے بڑے سنگین دلوں کو اس طرف کھینچ لاتی ہیں یہ رائے کوئی ظنی اور شکی رائے نہیں بلکہ ایک یقینی اور قطعی امر ہے لیکن افسوس اُن لوگوں پر جو خیر اور شر میں فرق نہیں کر سکتے اور شتاب کاری کی راہ سے اعتراض کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں خدائے تعالیٰ نے ہمیں مداہنہ سے تو صاف منع فرمایا ہے لیکن حق کے اظہار سے باندیشہ اس کی مرارت اور تلخی کے باز آجانا کہیں حکم نہیں فرمایا فتدبروا ایھا العلماء المستعجلون الا تقرؤن القراٰن مالکم کیف تحکمون۔

ص۳۴ میرے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جو نو تعلیم یافتہ جوان اور تربیت جدیدہ کے رنگ سے رنگین اور نازک خیال آدمی ہیں جن کے دل پر میرے محب صادق اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے مربیانہ اور اُستادانہ صحبت کا نہایت عمدہ بلکہ خارق عادت اثر پڑا ہوا ہے وہ بھی جواب قادیان میں میرے ملنے کے لیے آئے وعدہ فرما گئے ہیں کہ میں بھی تہذیب حقیقی کے بارے میں ایک رسالہ تالیف کر کے شائع کروں گا کیونکہ مولوی صاحب موصوف اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ دراصل تہذیب حقیقی کی راہ وہی راہ ہے جس پر انبیاء علیہم السلام نے قدم مارا ہے جس میں سخت الفاظ کا داروئے تلخ کی طرح گاہ گاہ استعمال کرنا حرام کی طرح نہیں سمجھا گیا بلکہ ایسے دُرشت الفاظ کا اپنے محل پر بقدر ضرورت و مصلحت استعمال میں لانا ہر یک مبلّغ اور واعظ کا فرض وقت ہے جس کے ادا کرنے میں کسی واعظ کا سُستی اور کاہلی اختیار کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ غیر اللہ
ص۳۵ کا خوف جو شرک میں داخل ہے اس کے دل پر غالب اور ایمانی حالت اُس کی ایسی کمزور ضعیف ہے جیسے ایک کیڑے کی جان کمزور اور ضعیف ہوتی ہے۔ سو میں اس دوست کے لیے دُعا کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس تالیف کے ارادہ میں رُوح القدس سے اس کی مدد فرماوے میرے نزدیک بہتر ہے کہ وہ اپنے اس رسالہ کا نام تہذیب ہی رکھیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے اس دوست کو یہ جوش ایک مولوی صاحب کے اعتراض سے پیدا ہوا ہے جو قادیان کی طرف آتے وقت اتفاقاً لاہور میں مل گئے تھے جنہوں نے اس عاجز کی نسبت اسی بارہ میں اعتراض کیا تھا اے خداوند قادر مطلق اگرچہ قدیم سے تیری یہی عادت اور یہی سنّت ہے کہ تو بچوں اور اُمیوں کو سمجھ عطا کرتا ہے اور اس دُنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کی آنکھوں اور دلوں پر سخت پردے تاریکی کے ڈال دیتا

ہے مگر مَیں تیری جناب میں عجز اور تضرع سے عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے بھی ایک جماعت
ص۳۶ ہماری طرف کھینچ لا جیسے تو نے بعض کو کھینچا بھی ہے اور ان کو بھی آنکھیں بخش اور کان عطا کر اور دل
عنایت فرما تا وہ دیکھیں اور سُنیں اور سمجھیں اور تیری اس نعمت کا جو تو نے اپنے وقت پر نازل کی ہے
قدر پہچان کر اُس کے حاصل کرنے کے لیے متوجہ ہو جائیں اگر تو چاہے تو تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ کوئی
بات تیرے آگے اَن ہونی نہیں آمین ثم آمین۔

دُوسری نکتہ چینی یہ ہے کہ مالیخولیا یا جنون ہو جانے کی وجہ سے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کر دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یُوں تو میں کسی کے مجنون کہنے یا دیوانہ نام رکھنے سے ناراض نہیں ہو سکتا
بلکہ خوش ہوں کیونکہ ہمیشہ سے ناسمجھ لوگ ہر ایک نبی اور رسول کا بھی اس کے زمانہ میں یہی نام
رکھتے آئے ہیں اور قدیم سے ربّانی مصلحوں کو قوم کی طرف سے یہی خطاب ملتا رہا ہے اور نیز اس وجہ
سے بھی مجھے خوشی پہنچی ہے کہ آج وہ پیش گوئی پوری ہوئی جو براہین میں طبع ہو چکی ہے
ص۳۷ کہ تجھے مجنون بھی کہیں گے لیکن حیرت تو اس بات میں ہے کہ اس دعویٰ میں کونؔ سے جنون کی
علامت پائی جاتی ہے کونسی خلافِ عقل بات ہے جس کی وجہ سے معترضین کو جنون ہو جانیکا شک
پڑ گیا اس بات کا فیصلہ ہم معترضین کی ہی کانشنس اور عقل پر چھوڑتے ہیں اور ان کے سامنے اپنے
بیانات اور اپنے مخالفوں کی حکایات رکھ دیتے ہیں کہ ہم دونوں گروہ میں سے مجنون کون ہے اور
عقلِ سلیم کس کی طرز تقریر کو مجانین کی باتوں کے مشابہ سمجھتی ہے اور کس کے بیانات کو قول موجہ قرار
دیتی ہے۔

میرا بیان مسیح موعود کی نسبت جس کی آسمان سے اُترنے اور دوبارہ دنیا میں آنے کی انتظار کی جاتی
ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میرے پر کھول دیا ہے یہ ہے کہ مسیح کے دوبارہ
دُنیا میں آنے کا قرآن شریف میں تو کہیں ذکر نہیں۔ قرآن شریف تو ہمیشہ کے لیے اس کو دُنیا سے
رُخصت کرتا ہے البتہ بعض حدیثوں میں جو استعارات سے پُر ہیں مسیح کے دوبارہ دُنیا میں آنے کے
ص۳۸ لیے بطور پیش گوئی بیان کیا گیا ہے سوؔ ان حدیثوں کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ اس جگہ درحقیقت
مسیح ابنِ مریم کا ہی دوبارہ دُنیا میں آ جانا ہرگز مراد نہیں ہے۔

بلکہ یہ ایک لطیف استعارہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کسی ایسے زمانہ میں جو مسیح ابن مریم کے زمانہ
کا ہمرنگ ہوگا ایک شخص اصلاح خلائق کے لیے دُنیا میں آئے گا جو طبع اور قوت اور اپنے منصبی کام
میں مسیح بن مریم کا ہمرنگ ہوگا اور جیسا کہ مسیح بن مریم نے حضرت موسیٰ کے دین کی تجدید کی اور وہ
حقیقت اور مغز توریت کا جس کو یہودی لوگ بھول گئے تھے اُن پر دوبارہ کھول دیا ایسا ہی وہ مسیح ثانی

مثیل موسیٰ کے دین کی جو جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تجدید کریگا اور یہ مثیل موسیٰ کا مسیح اپنی سوانح میں اور دوسرے تمام نتائج میں جو قوم پر ان کی اطاعت یا ان کی سرکشی کی حالت میں مؤثر ہونگے
ص۳۹ اس مسیح سے بالکل مشابہ ہوگا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا اب جو امر کہ خدائے تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔

مسلمانوں کا پُرانے خیالات کے موافق جو اُن کے دلوں میں جمے ہوئے چلے آتے ہیں یہ دعویٰ ہے کہ مسیح بن مریم سچ مچ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ دھرے ہوئے آسمان سے اُتریگا اور منارہ مشرقی دمشق کے پاس آٹھہرے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ منارہ پر اُترے گا اور وہاں سے مسلمان لوگ زینہ کے ذریعہ سے اُس کو نیچے اُتاریں گے اور فرشتے اسی جگہ سے رُخصت ہو جائیں گے اور عمدہ پوشاک پہنے ہوئے اُتریگا یہ نہیں کہ ننگا ہو اور پھر مہدی کے ساتھ ملاقات اور مزاج پرسی ہوگی اور باوجود اس قدر مدت گزرنے کے وہی پہلی عمر بتیس یا تینتیس برس کی ہوگی۔ اس قدر گردش ماہ و سال نے اُس کے جسم و عمر پر کچھ اثر نہ کیا ہوگا اس کے ناخن اور بال وغیرہ اس قدر سے نہ بڑھے ہوں گے جو آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت موجود تھے اور کسی قسم کا تغیّر اُس کے وجود میں نہ آیا ہوگا لیکن زمین پر اُتر کر پھر سلسلہ
ص۴۰ تغیرات کا شروع ہوگا وہ کسی قسم کا جنگ و جدل نہیں کریگا بلکہ اُس کی مُونہہ کی ہوا میں ہی ایسی تاثیر ہوگی کہ جہانتک اُس کی نظر پہنچے گی کافر مرتے جائیں گے یعنی اس کے دم میں ہی یہ خاصیت ہوگی کہ زندوں کو مارے جیسی پہلے یہ خاصیت تھی کہ مردوں کو زندہ کرے پھر ہمارے علما اپنے اس پہلے قول کو فراموش کر کے یہ دوسرا قول جو اس کا نقیض ہے پیش کرتے ہیں کہ وہ جنگ اور جدل بھی کریگا اور دجّال یک چشم اُس کے ہاتھ سے قتل ہوگا یہودی بھی اس کے حکم سے مارے جائیں گے پھر ایک طرف تو یہ اقرار ہے کہ مسیح موعود وہی مسیح بن مریم نبی اللہ ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی جس پر حضرت جبرئیل اُترا کرتا تھا جو خدائے تعالیٰ کے بزرگ پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہے اور دُوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دوبارہ زمین پر آکر اپنی نبوت کا نام بھی نہیں لے گا بلکہ منصب نبوت سے معزول ہو کر آئے گا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں داخل ہو کر عام مسلمانوں کی طرح شریعت قرآنی کا پابند ہوگا نماز اوروں کے پیچھے پڑھے گا جیسے عام مسلمان پڑھا کرتے ہیں بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ حنفی ہوگا۔
ص۴۱ امام اعظم صاحب کو اپنا امام سمجھے گا مگر ابتک اس بارہ میں تصریح سے بیان نہیں کیا گیا کہ چار سلسلوں میں سے کس سلسلہ میں داخل ہوگا آیا وہ قادری ہوگا یا چشتی یا سہروردی یا حضرت مجدد سرہندی کی طرح نقشبندی غرض ان لوگوں نے عنوان میں نبوت کا خطاب جما کر جس درجہ پر پھر اس کا تنزل کیا ہے کوئی قائم الحواس ایسا کام کبھی نہیں کر سکتا پھر بعد اِس کے اُس کے خاص کام استعارات کو حقیقت پر حمل کر کے یہ بیان کیے

گئے ہیں کہ وہ صلیب کو توڑیگا۔ خنزیروں کو قتل کریگا اب جائے تعجب ہے کہ صلیب کو توڑنے سے اس کا کون سا فائدہ ہے اور اگر اس نے مثلاً دس بیس لاکھ صلیب توڑ بھی دی تو کیا عیسائی لوگ جن کو صلیب پرستی کی دُھن لگی ہوئی ہے اور صلیبیں بنوا نہیں سکتے۔ اور دوسرا فقرہ جو کہا گیا ہے کہ خنزیروں کو قتل کریگا یہ بھی اگر حقیقت پر محمول ہے تو عجیب فقرہ ہے کیا حضرت مسیح کا زمین پر اُترنے کے بعد عمدہ کام یہی ہوگا کہ وہ خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے اور بہت سے کُتّے ساتھ ہوں گے اگر یہی سچ ہے تو پھر سکھوں
صـ۴۲ اور چماروں اور سانسیوں اور گنڈیلوں وغیرہ کو جو خنزیر کے شکار کو دوست رکھتے ہیں خوشخبری کی جگہ ہے کہ اِن کی خوب بن آئے گی مگر شاید عیسائیوں کو ان کی اِس خنزیر کشی سے کچھ چنداں فائدہ نہ پہنچ سکے کیونکہ عیسائی قوم نے خنزیر کے شکار کو پہلے ہی کمال تک پہنچا رکھا ہے۔ بالفعل خاص لنڈن میں خنزیر کا گوشت فروخت کرنے کے لیے ہزار دوکان موجود ہے اور بذریعہ معتبر خبروں کے ثابت ہوا ہے کہ صرف یہی ہزار دوکان نہیں بلکہ پچیس ہزار اور خنزیر ہر روز لنڈن میں سے مفصلات کے لوگوں کے لیے باہر بھیجا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا نبی اللہ کی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ دُنیا میں اصلاحِ خلق کے لیے تو آوے مگر پھر اپنے اوقات عزیز ایک مکروہ جانور خنزیر کے شکار میں ضائع کرے حالانکہ توریت کے رُو سے خنزیر کو چھُونا بھی سخت معصیت میں داخل ہے پھر مَیں یہ بھی کہتا ہوں کہ اوّل تو شکار کھیلنا ہی کارِ بیکاراں ہے اور اگر حضرت مسیح کو شکار ہی کی طرف رغبت ہوگی اور دن رات یہی کام
صـ۴۳ پسند آئیگا تو پھر کیا یہ پاک جانور جیسے ہرن اور گورخر اور خرگوش دُنیا میں کچھ کم ہیں تا ایک ناپاک جانور کے خون سے ہاتھ آلودہ کریں۔

اب مَیں نے وہ تمام خاکہ جو میری قوم نے مسیح کے ان سوانح کا کھینچ رکھا ہے جو دوبارہ زمین پر اُترنے کے بعد ان پر گزریں گے پیش کر دیا ہے عقلمند لوگ اس پر غور کریں کہ کہاں تک اس میں خلافِ قانونِ قدرت باتیں ہیں کہاں تک اس میں اجتماع نقیضین موجود ہے کہاں تک یہ شانِ نبوّت سے بعید ہے۔ لیکن اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ یہ تمام ذخیرہ رطب ویابس کا صحیحین میں نہیں ہے امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ نے اس بارہ میں اشارہ تک بھی نہیں کیا کہ یہ مسیح آنیوالا درحقیقت اور سچ مچ وہی پہلا مسیح ہوگا بلکہ اُنہوں نے دو حدیثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسی لکھی ہیں جنہوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مسیح اوّل اور ہے اور مسیح ثانی اور۔ کیونکہ ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ابن مریم تم میں اُتریگا اور پھر بیان کے طور پر کھول دیا ہے کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا۔ پس ان لفظوں پر خوب
صـ۴۴ غور کرنی چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ ابنِ مریم کی تصریح میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا اور تم سے ہی پیدا ہوگا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وہم کو دفع

کرنے کے لیے جو ابنِ مریم کے لفظ سے دلوں میں گزر سکتا تھا مابعد کے لفظوں میں بطور تشریح فرمادیا کہ اس کو سچ مچ ابن مریم ہی نہ سمجھ لو بل ھو امامکم منکم اور دُوسری حدیث جو اس بات کا فیصلہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح اوّل کا حلیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اور طرح کا فرمایا ہے اور مسیح ثانی کا حُلیہ اور طور کا ذکر کیا ہے جو اس عاجز کے حُلیہ سے بالکل مطابق ہے اب سوچنا چاہیئے کہ ان دونوں حُلیوں میں تناقض صریح ہونا کیا اس بات پر پختہ دلیل نہیں ہے کہ درحقیقت مسیح اوّل اور ہے اور مسیح ثانی اور۔

ایک اور بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ ہمارے علماء کی ضد تو اس بات پر ہے کہ ابن مریم کے اُترنے کے بارے میں جو حدیث ہے اس کو حقیقت پر حمل کرنا چاہیئے لیکن ان کے بعض عقلمندوں سے جب اِس ص۴۵ حدیث کے معنے پُوچھے جائیں کہ ابنِ مریم اُتریگا اور صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کرے گا تو ابنِ مریم کے لفظ کو تو حقیقت پر ہی حمل رکھتے ہیں اور صلیب اور خنزیر کے بارے میں کچھ دبی زبان سے ہماری طرح استعارہ اور مجاز سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں پس وہ لوگ اپنی اس کارروائی سے خود ملزم ٹھہرتے ہیں کیونکہ اِس صورت میں ان پر یہ حجّت وارد ہوتی ہے کہ ان تین لفظوں میں سے جو ابنِ مریم کا اُترنا اور صلیب کا توڑنا اور خنزیروں کا قتل کرنا ہے دو لفظوں کی نسبت تو تم آپ ہی قائل ہو گئے کہ بطور استعارہ اُن سے اور معنے مُراد ہیں تو پھر یہ تیسرا کلمہ جو ابنِ مریم کا اُترنا ہے کیوں اس میں بھی بطور استعارہ کوئی اور شخص مراد نہیں اب مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا ان خیالات مجموعہ تناقضات پر جمے رہنا طریقِ عقلمندی و فرزانگی ہے یا وہ معارف قریب بفہم و مطابق عقل ہیں جو اس عاجز پر کھولے گئے ہیں۔

ماسوا اس کے اور کئی طریق سے ان پُرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں ص۴۶ جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ قرآن شریف کے کسی مقام سے ثابت نہیں کہ حضرت مسیح اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے بلکہ قرآن شریف کے کئی مقامات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا صریح ذکر ہے اور ایک جگہ خود مسیح کی طرف سے فوت ہو جانے کا اقرار موجود ہے اور وہ یہ ہے؛ کنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علٰی کلّ شیءٍ شھید ط اب جبکہ فوت ہو جانا ثابت ہوا تو اس سے ظاہر ہے کہ اُن کا جسم اُن سب لوگوں کی طرح جو مر جاتے ہیں زمین میں دفن کیا گیا ہوگا کیونکہ قرآن شریف بصراحت ناطق ہے کہ فقط اِن کی رُوح آسمان پر گئی نہ کہ جسم۔ تب ہی تو حضرت مسیح نے آیت موصوفہ بالا میں اپنی موت کا صاف اقرار کر دیا اگر وہ زندوں کی شکل پر خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف پرواز کرتے تو اپنے مر جانے کا ہرگز

صفحہ ۴۷ ذکر نہ کرتے اور ایسا ہرگز نہ کہتے کہ میں وفات پاکر اُس جہان سے رُخصت کیا گیا ہوں اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان پر اُن کی رُوح ہی گئی تو پھر نازل ہونے کے وقت جسم کہاں سے ساتھ آجائیگا۔

ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پُرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں پس اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال

صفحہ ۴۸ ہے۔ ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ جو لوگ آسمانوں کے وجود کے قائل ہیں وہ البتہ انکی حرکت کے بھی قائل ہیں اور حرکت بھی دولابی خیال کرتے ہیں اب اگر فرض کیا جائے کہ حضرت مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ہر وقت اُوپر کی سمت میں ہی نہیں رہ سکتے بلکہ کبھی اوپر کی طرف ہوں گے اور کبھی

صفحہ ۴۹ زمین کے نیچے آجائیں گے اس صورت میں اس بات پر وثوق بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ضرور اُوپر کی ہی طرف سے اُتریں گے کیا یہ ممکن نہیں کہ زمین کے نیچے سے ہی نکل آویں کیونکہ درحقیقت ان کا ٹھکانہ تو کسی جگہ نہ ہوا اگر صبح آسمان کے اُوپر ہوئے تو شام کو زمین کے نیچے پس ایسی مصیبت ان کے لیے روا رکھنا کس درجہ کی بے ادبی میں داخل ہے۔

ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ اگر ہم فرض محال کے طور پر قبول کر لیں کہ حضرت مسیح اپنے جسم خاکی کے سمیت

صفحہ ۴۷ حاشیہ :- اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے

صفحہ ۴۸ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لیے وہ اپنی معراجی سیر میں معمورہ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے پہنچ گئے سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اسکو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے اسجگہ زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں انشاء اللہ کسی اور محل میں مفصل طور پر بیان کیا جائے گا۔ منہ۔

آسمان پر پہنچ گئے تو اس بات کے اقرار سے ہمیں چارہ نہیں کہ وہ جسم جیسا کہ تمام حیوانی و انسانی اجسام کے لیے ضروری ہے آسمان پر بھی تاثیر زمانہ سے ضرور متاثر ہوگا اور بمرور زمانہ لابدی اور لازمی طور پر ایک دن ضرور اس کے لیے موت واجب ہوگی پس اس صورت میں اول تو حضرت مسیح کی نسبت یہ ماننا پڑتا ہے کہ اپنی عمر کا دورہ پورا کر کے آسمان ہی پر فوت ہوگئے ہوں اور کواکب کی آبادی جو آجکل تسلیم کی جاتی
صفحہ ۵۰ ہے اُسی کے کسی قبرستان میں دفن کیے گئے ہوں اور اگر پھر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا اُن کا تسلیم کریں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت کے گزرنے پر پیر فرتوت ہوگئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہیں ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کر سکیں پھر ایسی حالت میں ان کا دنیا میں تشریف لانا بجز ناحق کی تکلیف کے اور کچھ فائدہ بخش معلوم نہیں ہوتا۔

وہ علامات جو مسیح نے استعارہ کے طور پر اپنے آنے کے بیان کیے ہیں اور نیز سورۃ الزلزال کی تفسیر

مسیح نے اپنے دوبارہ آنے کا نشان یہ بتلایا ہے کہ اُن دنوں میں ترت سُورج اندھیرا ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہیں دیگا اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور ابنِ آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے
صفحہ ۵۱ بادلوں پر آتے دیکھیں گے اور وہ نرسنگے کے بڑے شور کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وے اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کی اس حد سے اُس حد تک جمع کریں گے جب تم یہ سب کچھ دیکھو تو جانو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازے پر ہے۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جبتک یہ سب کچھ ہو نہ لے اس زمانہ کے لوگ گزر نہ جائیں گے آسمان و زمین ٹل جائے گی پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی لیکن اس دن اور اُس گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتوں تک کوئی نہیں جانتا جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابنِ آدم کا آنا بھی ہوگا کیونکہ جس طرح ان دنوں میں طوفان کے پہلے کھاتے پیتے بیاہ کرتے بیاہے جاتے تھے اس دن تک کہ نوح کشتی پر چڑھا اور نہ جانتے تھے جب تک کہ طوفان آیا اور ان سب کو لے گیا اسی طرح ابنِ آدم کا آنا بھی ہوگا یعنی جس طرح کہ نوح کی کشتی بنانے سے پہلے لوگ امن اور آرام سے بستے تھے کوئی ارضی یا سماوی حادثہ ان پر وارد نہ تھا
صفحہ ۵۲ اسی طرح ابنِ آدم یعنی مسیح بھی لوگوں کے آرام اور خوشحالی کے وقت میں آئیگا اُس کے آنے سے پہلے کسی قسم کا حادثہ لوگوں پر نازل نہیں ہوگا بلکہ معمولی طور پر امن اور راحت سے دنیا اپنے اپنے کاموں

میں مشغول ہوگی۔ دیکھو متی باب ۲۴۔

حضرت مسیح کے اس بیان میں بظاہر صورت جس قدر تناقض ہے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کیونکہ اُنہوں نے اپنے اُترنے سے پہلے اس امر کو ضروری ٹھہرایا ہے کہ سُورج اندھیرا ہو جاتے اور چاند روشنی نہ دیوے اور ستارے آسمان کے زمین پر گر جائیں سوان علامات کو اگر ظاہر پر حمل کیا جائے تو یہ معنے بدیہی البطلان ہیں کیونکہ جس وقت سُورج اندھیرا ہوگیا اور چاند کی روشنی جاتی رہی تو پھر دنیا کیونکر نوح کے زمانہ کی طرح امن سے آباد رہ سکتی ہے۔ بھلا یہ بھی جانے دو شاید دنیا سخت مصیبت کے ساتھ گزارہ کر سکے لیکن زمین پر ستاروں کے گرنے سے کیا زمین کے باشندوں میں سے کوئی باقی رہ سکتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر آسمان کا ایک بھی ستارہ زمین پر گرے تو تمام دُنیا کے ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ
۵۳ کوئی ستارہ عرض طول میں زمین کے معمورہ سے کم نہیں ہے ایک ستارہ گر کر زمین کی تمام آبادی کو دبا سکتا ہے چہ جائیکہ تمام ستارے زمین پر گریں اور ان کے گرنے سے ایک آدمی کو بھی آسیب نہ پہنچے بلکہ حضرت نوح کے زمانہ کی طرح مسیح کے اُترنے سے پہلے امن اور جمعیت سے آباد ہوں اور مسیح کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں۔

سواے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ یہ سب استعارات ہیں حقیقت پر ہرگز محمول نہیں حضرت مسیح کا مطلب صرف اتنا ہے کہ وہ دین کے لیے ایک تاریکی کا زمانہ ہوگا اور ایسی ضلالت کی تاریکی ہوگی کہ اس وقت نہ آفتاب کی روشنی سے جو رسول مقبول اور اس کی شریعت اور اس کی کتاب ہے لوگ آنکھیں کھولینگے کیونکہ ان کے نفسانی حجابوں کی وجہ سے آفتاب شریعت ان کے لیے اندھیرا ہو جائے گا اور ماہتاب بھی انہیں روشنی نہیں دیگا یعنی اولیاء کے وجود سے بھی اُنہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ بے دینی
۵۴ کے بڑھ جانے سے مردان خدا کی محبت بھی اُن کے دلوں میں نہیں رہے گی اور آسمان کے ستارے گریں گے یعنی حقانی علماء فوت ہو جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی یعنی آسمان اوپر کی طرف کسی کو کھینچ نہیں سکے گا۔ دن بدن لوگ زمین کی طرف کھینچے چلے جائیں گے یعنی لوگوں پر نفس امّارہ کے جذبات غالب ہوں گے اس وقت نہ لڑائیاں ہوں گی اور نہ عامہ خلائق کے امن اور عافیت میں خلل ہوگا بلکہ نوح کے زمانہ کی طرح ایک امن بخش گورنمنٹ کے تحت میں ٭ وہ لوگ زندگی بسر کرتے ہوں گے جن

---

۵۴ ٭ حاشیہ۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے اگر یہ

میں مسیح موعود نازل ہوگا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت نوح کا زمانہ باعتبار اپنی معاشرت کے اصولوں کے نہایت امن کا زمانہ تھا لوگ اپنی لمبی لمبی عمروں کو نہایت آسائش اور امن اور خیر و عافیت سے بسر کر رہے تھے اسی وجہ سے لوگ سخت درجہ کے غافل ہوگئے تھے۔ معلوم نہیں کہ اُس وقت کوئی شخصی سلطنت تھی یا جمہوری اتفاق سے اس درجہ پر عامہ خلائق کے لیے ہر طرح سے آسودگی پیدا ہوگئی تھی بہرحال اس زمانہ کے لوگ آرام پانے میں اور امن اور عافیت میں زندگی بسر کرنے میں اس زمانہ کے اُن لوگوں سے بہت مشابہ ہیں جو گورنمنٹ برطانیہ کے سایہ عاطفت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں گورنمنٹ کی طرف سے جس قدر اسباب آرام اور امن اور خوشحالی کے رعیت کے لیے مہیا کیے گئے ہیں اُن کا شمار کرنا
ص۵۶ مشکل ہے گویا ان کی اس زندگی کو ایک نمونہ بہشت کا بنادیا گیا ہے لیکن غایت درجہ کے آرام پانے سے اور نہایت درجہ کے امن کی وجہ سے یہ آفت دلوں میں پیدا ہوگئی ہے کہ دنیا کی زندگی نہایت شیریں متصور ہوکر دن بہ دن اس کی محبت دلوں میں بڑھتی جاتی ہے جس طرف نظر ڈال کر دیکھو یہی خواہش جوش مار رہی ہے کہ دنیا کی یہ مراد حاصل ہو جائے وہ مراد حاصل ہو جائے اور بباعث امن پھیل جانیکے دنیا کی ہر یک چیز کا قدر بڑھتا جاتا ہے وہ مزروعہ زمین جس کو سکھوں کے عہد میں کوئی مفت بھی نہیں لے سکتا تھا لاکھوں روپیوں پر فروخت ہو رہی ہے اور یہانتک مفاد کی راہیں کھل گئی ہیں کہ لوگ نجاست اور ہڈیوں کی فروخت سے وہ فوائد حاصل کرتے ہیں کہ اس سے پہلے زمانوں میں اعلیٰ درجہ کے غلّوں کی فروخت میں وہ فوائد حاصل نہیں ہوسکتے تھے اور نہ صرف یہی آرام کی صورتیں ہیں بلکہ نظر اٹھا کر دیکھو تو تمام اسباب معاشرت و حاجات سفر و حضر کے متعلق وہ آرام کی سبیلیں نکل آئی ہیں جو اس سے پہلے
ص۵۷ وقتوں میں شاید کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ پس اس مبارک گورنمنٹ کے زمانہ کو اگر اس امن کے زمانہ سے مشابہت دیں جو حضرت نوح کے وقت میں تھا تو یہ زمانہ بلاوجہ اُس کا مثیل غالب ہوگا۔

اب جبکہ یہ ثابت ہوچکا کہ سچے مسیح نے اُس زمانہ میں آنے کا ہرگز وعدہ نہیں کیا جو جنگ و جدل اور جور و جفا کا زمانہ ہو جس میں کوئی شخص امن سے زندگی بسر نہ کرسکے اور نیک لوگ پکڑے جائیں اور عدالتوں میں سپرد کیے جائیں اور قتل کیے جائیں بلکہ مسیح نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اُن پُرفتنہ زمانوں میں جھوٹے مسیح عیسائیوں اور یہودیوں میں پیدا ہوں گے جیسا کہ ان پہلے زمانوں میں کئی لوگ ایسے پیدا بھی ہوچکے ہیں جنہوں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا اسی وجہ سے مسیح نے تاکید سے کہا کہ

بقیہ حاشیہ:- امن اور آزادی اور بے تعصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت عرب میں ہوتی
ص۵۵ تو وہ لوگ ہرگز تلوار سے ہلاک نہ کیے جاتے اگر یہ امن اور آزادی اور بے تعصبی اُسوقت کے قیصر اور کسریٰ کی گورنمنٹوں میں ہوتی تو وہ بادشاہتیں ابتک قائم رہتیں۔ منہ۔

میرا آنا ان اوائل زمانوں میں ہرگز نہیں ہوگا اور شور اور فساد اور جور وجفا اور لڑائیوں کے دنوں میں ہرگز نہیں
ص۵۸ آؤں گا بلکہ امن کے دنوں میں آؤں گا ہاں اُس وقت باعث غایت درجہ کے امن وآرام کے بے دینی پھیلی ہوئی ہوگی اور محبت الٰہی دلوں سے اُٹھی ہوئی ہوگی جیسا کہ نوح کے وقت میں تھا سو یہ ایک نہایت عمدہ نشان ہے جو مسیح نے اپنے آنے کے لیے پیش کیا ہے اگر چاہو تو اُس کو قبول کر سکتے ہو۔

اس جگہ اس سوال کا حل کرنا بھی ضروری ہے کہ مسیح کس عمدہ اور اہم کام کے لیے آنیوالا ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ دجال کے قتل کرنے کے لیے آئیگا تو یہ خیال نہایت ضعیف اور بودہ ہے کیونکہ صرف ایک کافر کا قتل کرنا کوئی ایسا بڑا کام نہیں جس کے لیے ایک نبی کی ضرورت ہو خاص کر اس صورت میں کہ کہا گیا ہے کہ اگر مسیح قتل بھی نہ کرتا تب بھی دجال خود بخود پگھل کر نابود ہو جاتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ مسیح کا آنا اس لیے خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے کہ تا تمام قوموں پر دین اسلام کی سچائی کی حجت پوری کرے تا
ص۵۹ دُنیا کی ساری قوموں پر خدا تعالیٰ کا الزام وارد ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی دلائل بیّنہ اور براہین قاطعہ کی رو سے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

دُوسرا کام مسیح کا یہ ہے کہ اسلام کو غلطیوں اور الحاقات بیجا سے منزّہ کر کے وہ تعلیم جو رُوح اور راستی سے بھری ہوئی ہے خلق اللہ کے سامنے رکھے۔

تیسرا کام مسیح کا یہ ہے کہ ایمانی نور کو دنیا کی تمام قوموں کے مستعد دلوں کو بخشے اور منافقوں کو مخلصوں سے الگ کر دیوے سو یہ تینوں کام خدائے تعالےٰ نے اس عاجز کے سپُرد کیے ہیں اور حقیقت میں ابتدا سے یہی مقرر ہے کہ مسیح اپنے وقت کا مجدّد ہوگا اور اعلیٰ درجہ کی تجدید کی خدمت خدائے تعالیٰ اُس سے لے گا اور یہ تینوں اُمور وہ ہیں جو خدائے تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے جو اس عاجز کے ذریعہ سے ظہور میں آویں سو وہ اپنے ارادہ کو پورا کریگا۔ اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ احادیث صاف اور صریح لفظوں میں تبلا رہی ہیں کہ مسیح ابن مریم آسمان سے
ص۶۰ اُترے گا اور دمشق کے منارہ شرقی کے پاس اُس کا اُترنا ہوگا اور دو فرشتوں کے کندھوں پر اُس کے ہاتھ ہوں گے تو اس مصرح اور واضح بیان سے کیونکر انکار کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان سے اُترنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سچ مچ خاکی وجود آسمان سے اُترے بلکہ صحیح حدیثوں میں تو آسمان کا لفظ بھی نہیں ہے اور یوں تو نزول کا لفظ عام ہے جو شخص ایک جگہ سے چل کر دُوسری جگہ ٹھہرتا ہے اس کو بھی یہی کہتے ہیں کہ اُس جگہ اُترا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں جگہ لشکر اُترا ہے یا ڈیرہ اُترا ہے کیا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ لشکر یا وہ ڈیرہ آسمان سے اُترا ہے ماسوائے

اس کے خدائے تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں صاف فرمادیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمان سے ہی اُترے ہیں بلکہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ لوہا بھی ہم نے آسمان سے اُتارا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ آسمان سے اُترنا اُس صورت اور رنگ کا نہیں ہے جس صورت پر لوگ خیال کر رہے ہیں اور
صـ۶۱ باوجود عام طور استعارات کے پائے جانے کے جن سے حدیثیں پر ہیں اور مکاشفات اور رؤیا صالحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بھری پڑی ہیں پھر دمشق کے لفظ سے دمشق ہی مراد رکھنا دعوٰی بلادلیل و التزام مالایلزم ہے* اور یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ کی پیش گوئیوں میں بعض
صـ۶۲ امور کا اخفا اور بعض کا اظہار ہوتا ہے اور ایسا ہونا شاذ و نادر ہے کہ من کل الوجوہ اظہار ہی ہو کیونکہ پیش گوئیوں میں حضرت باری تعالیٰ کے ارادہ میں ایک قسم کی خلق اللہ کی آزمایش بھی منظور ہوتی ہے

---

* حاشیہ:- استعارات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفات اور خوابوں میں پائے جاتے ہیں وہ حدیثوں کے پڑھنے والوں پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں کبھی کشفی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں میں دو سونے کے کڑے پہنے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور ان سے دو کذاب مراد لیے گئے جنہوں نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعوٰی کیا تھا اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رؤیا اور کشف میں گائیاں ذبح ہوتی نظر آئیں اور اُن سے مراد وہ صحابہ تھے جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ ایک بہشتی خوشہ انگور ابوجہل کے لیے آپ کو دیا گیا ہے تو آخر اس
صـ۶۲ سے مراد عکرمہ نکلا اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشفی طور پر نظر آیا کہ گویا آپ نے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے کہ وہ آپ کے خیال میں یمن تھا مگر درحقیقت اس زمین سے مراد مدینہ منوّرہ تھا ایسا ہی بہت سی نظیریں دوسرے انبیاء کے مکاشفات میں پائی جاتی ہیں کہ بظاہر صورت ان پر کچھ ظاہر کیا گیا اور دراصل اُس سے مراد کچھ اور تھا سو انبیا کے کلمات میں استعارہ اور مجاز کا دخل ہونا کوئی شاذ و نادر امر نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے کہ جو تصنع اور بناوٹ سے گھڑنی پڑتی ہے بلکہ یہ عادت انبیاء کی شائع متعارف ہے کہ وہ روح القدس سے پُر ہو کر مثالوں اور استعاروں میں بولا کرتے ہیں اور وحی الٰہی کو یہی طرز پسند آئی ہوئی ہے کہ اس جسمانی عالم میں جو کچھ آسمان سے اوتارا جاتا ہے اکثر اس میں استعارات و
صـ۶۳ مجازات پُر ہوتے ہیں عام طور پر جو ہر ایک فرد بشر کو کوئی نہ کوئی سچی خواب آجاتی ہے جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ بیان کی گئی ہے اس کے اجزا پر بھی اگر نظر ڈال کر دیکھو تو شاذ و نادر کوئی ایسی خواب ہو گی جو استعارات اور مجازات سے بکلی خالی ہو۔

اب یہ بھی جاننا چاہیئے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے

ص۴۳ اور اکثر پیشگوئیاں اس آیت کا مصداق ہوتی ہیں کہ یضل بہ کثیرًا ویھدی بہٖ کثیرًا۔ اسی وجہ سے
ظاہر پرست لوگ امتحان میں پڑ کر پیشگوئی کے ظہور کے وقت دھوکا کھا جاتے ہیں اور زیادہ تر انکار کرنے
والے اور حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو یہ چاہتے ہیں کہ حرف
ص۴۴ حرف پیشگوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا ہو پورا ہو جاتے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ مثلاً مسیح
کی نسبت بعض بائیبل کی پیشگوئیوں میں یہ درج تھا کہ وہ بادشاہ ہوگا لیکن چونکہ مسیح غریبوں اور مسکینوں
ص۴۵ کی صورت پر ظاہر ہوا اس لیے یہودیوں نے اس کو قبول نہ کیا اور اس ردّ اور انکار کی وجہ صرف
الفاظ پرستی تھی کہ انہوں نے بادشاہت کے لفظ کو فقط ظاہر پر محمول کر لیا ایسا ہی حضرت موسیٰ کی توریت
میں ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پیش گوئی درج تھی کہ وہ بنی اسرائیل

بقیہ حاشیہ:۔ کہ حضرت مسیح دمشق کے منارہ سفید شرقی کے پاس اُتریں گے یہ لفظ ابتداء سے محقق
لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے کیونکہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو دمشق سے کیا مناسبت ہے اور دمشق
کو مسیح سے کیا خصوصیت ہاں اگر یہ لکھا ہوتا کہ مسیح مکہ معظمہ میں اُتریگا یا مدینہ منورہ میں نازل ہوگا تو ان ناموں
ص۴۴ کا ظاہر پر حمل کرنا موزون بھی ہوتا کیونکہ مکہ معظمہ خانہ خدا کی جگہ اور مدینہ منورہ رسول اللہ کا پایہ تخت ہے
مگر دمشق میں تو کوئی ایسی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ چھوڑ کر نزول کے لیے صرف
دمشق کو مخصوص کیا جاتے اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنے مخفی ہیں جو ظاہر نہیں کیے گئے
اور یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنے کیا ہیں کہ اسی اثنا میں میرے
ایک دوست اور محبّ واثق مولوی حکیم نورالدین صاحب اس جگہ قادیان میں تشریف لاتے اور انہوں
نے اس بات کے لیے درخواست کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق و نیز اور ایسے چند مجمل الفاظ ہیں ان
کے انکشاف کے لیے جناب الٰہی میں توجہ کی جاتے لیکن چونکہ ان دنوں میں میری طبیعت علیل اور دماغ
ص۴۵ ناقابلِ جدّ وجہد تھا اس لیے مَیں اُن تمام مقاصد کی طرف توجّہ کرنے سے مجبور رہا صرف تھوڑی سی
توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پر کھولی گئی اور نیز ایک صاف
اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث آنیوالا جو ابوداؤد کی کتاب میں لکھا
ہے یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنیکی پیشگوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کی رُو سے
ایک ہی ہیں یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہی شخص ہے جو یہ عاجز ہے۔

سو اوّل میں دمشق کے لفظ کی تعبیر جو الہام کے ذریعہ سے مجھ پر کھولی گئی بیان کرتا ہوں پھر بعد اس کے
ابوداؤد والی پیشگوئی جس طور سے مجھے سمجھائی گئی ہے بیان کروں گا۔

؁۶۶ میں سے اور اُن کے بھائیوں میں سے پیدا ہوگا اس لیے یہودی لوگ اس پیشگوئی کا منشا یہی سمجھتے رہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوگا حالانکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی اسماعیل مراد ہیں خدائے ؁۶۷ تعالیٰ قادر تھا کہ بجائے بنی اسرائیل کے بھائیوں کے بنی اسماعیل ہی لکھ دیتا تا کروڑ ہا آدمی ہلاکت سے بچ جاتے مگر اُس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اس کو ایک عقدہ درمیان میں رکھ کر صادقوں اور کاذبوں کا امتحان منظور تھا اسی بنا پر اور اسی مدعا کی غرض سے تمثیل کے پیرایہ میں یا استعارہ کے طور پر بہت باتیں ہوتی ہیں جن پر نظر ڈالنے والے دو گروہ ہو جاتے ہیں ایک وہ گروہ کہ جو فقط ظاہر پرست اور ظاہر بین ہوتا ہے اور استعارات سے بکلی منکر ہو کر ان پیش گوئیوں کے ظہور کو ظاہری صورت

؁۶۶ بقیہ حاشیہ:- پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادت اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی ان کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدائے تعالےٰ کا موجود ہونا ان کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو اُنہیں سمجھ نہیں آتا اور چونکہ طبیب کو بیماروں ہی کی طرف آنا چاہیے اس لیے ضرور تھا کہ مسیح ایسے لوگوں میں نازل ہو۔ غرض مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل ؁۶۷ وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی مشہور خاصیت پائی جاتی ہے اور خدائے تعالےٰ نے مسیح کے اُترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ مسلمانوں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ دمشق پایۂ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوتے وہ دمشق ہی ہے اور یزیدیوں کو اُن یہودیوں سے بہت مشابہت ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھے ایسا ہی حضرت امام حسین کو بھی اپنی مظلومانہ زندگی کے رو سے حضرت مسیح سے ؁۶۸ غایت درجہ کی مماثلت ہے پس مسیح کا دمشق میں اُترنا صاف دلالت کرتا ہے کہ کوئی مثیل مسیح جو حسین سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کی مماثلت رکھتا ہے یزیدیوں کی تنبیہہ اور ملزم کرنے کے لیے جو مثیل یہود ہیں اُتریگا اور ظاہر ہے کہ یزیدی الطبع لوگ یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں یہ نہیں کہ دراصل یہودی ہیں اس لیے دمشق کا لفظ صاف طور پر بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اُترنے والا ہے وہ بھی دراصل مسیح نہیں بلکہ جیسا کہ یزیدی لوگ مثیل یہود ہیں ایسا ہی مسیح جو اُترنے والا ہے وہ بھی مثیل مسیح ہے

ص۶۹ میں دیکھنا چاہتا ہے یہ وہ گروہ ہے کہ جو وقت پر حقیقت حقہ کے ماننے سے اکثر بے نصیب اور محروم رہ جاتا ہے بلکہ سخت درجہ کی عداوت اور بغض اور کینہ تک نوبت پہنچتی ہے جس قدر دُنیا میں ایسے نبی یا ایسے رسول آئے جن کی نسبت پہلی کتابوں میں پیش گوئیاں موجود تھیں اُن کے ص۷۰ سخت مُنکر اور اشد دشمن وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو پیشگوئیوں کے الفاظ کو اُن کی ظاہری صورت پر دیکھنا چاہتے تھے مثلاً ایلیا نبی کا آسمان سے اُترنا اور خلق اللہ کی ہدایت کے لیے دُنیا میں آنا بائیبل ص۷۱ میں اس طرح پر لکھا ہے کہ ایلیا نبی جو آسمان پر اٹھایا گیا پھر دوبارہ وہی نبی دنیا میں آئیگا ان ظاہر

بقیہ حاشیہ ۱:- اور حسینی الفطرت ہے یہ نکتہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ **دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر** استعمال کیا گیا ہے چونکہ امام حسین کا ص۶۹ مظلومانہ واقعہ خدائے تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی اس لیے خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ آنیوالے زمانہ کو بھی اس کی عظمت سے اور مسیحی مشابہت سے متنبہ کرے اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تا پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لختِ جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیا کے محاصرہ میں آکر قتل کیے گئے۔ سو خدائے تعالیٰ نے اُس دمشق کو جس سے ایسے پُرظلم احکام نکلتے تھے اور جس میں ایسے سنگدل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہو گئے تھے اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل اور ایمان ص۷۰ پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔ کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں ہی آتے رہے ہیں اور خدائے تعالیٰ لعنت کی جگہوں کو برکت کے مکانات بناتا رہا ہے اس استعارہ کو خدائے تعالیٰ نے اس لیے اختیار کیا کہ تا پڑھنے والے دو فائدے اس سے حاصل کریں ایک یہ کہ امام مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیشگوئی اشارہ کی طرز پر حدیثِ نبوی میں خبر دی گئی ہے اس کی عظمت اور وقعت دلوں پر کُھل جائے دوسرے یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کر جاویں کہ جیسے دمشق میں رہنے والے دراصل یہودی نہیں تھے۔ مگر یہودیوں کے کام اُنہوں نے کیے ایسا ہی جو مسیح اترنے والا ہے دراصل مسیح نہیں ہے مگر مسیح کی رُوحانی حالت کا مثیل ہے اور اس جگہ بغیر اس شخص کے جسکے دل میں واقعہ حسین کی وہ عظمت ص۷۱ نہ ہو جو ہونی چاہیے ہریک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے بکمال انشراح ضرور قبول کرے گا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے گویا حق الیقین تک پہنچ جائے گا اور حضرت مسیح کو جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی استعارہ در استعارہ ہے جس کو ہم

الفاظ پر یہودیوں نے سخت پنجہ مارا ہوا ہے اور باوجودیکہ حضرت مسیح جیسے ایک بزرگوار نبی نے صاف صاف گواہی دی کہ وہ ایلیا جس کا آسمان سے اُترنا انتظار کیا جاتا ہے یہی یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے کہ جو آپ
ص۲ کا مُرشد ہے لیکن یہودیوں نے قبول نہ کیا بلکہ انہیں باتوں سے حضرت مسیح پر سخت ناراض ہو گئے اور حضرت مسیح کی نسبت یہ خیال کرنے لگے کہ وہ توریت کی عبارتوں کو اور اور معنے کر کے بگاڑنا چاہتا
ص۳ ہے کیونکہ اُنہیں اپنے جسمانی خیال کی وجہ سے پختہ طور پر اُمید لگی ہوئی تھی چنانچہ ابھی تک وہی خیالِ خام دل میں ہے کہ سچ مچ ایلیا یہودیوں کی جماعت کے سامنے آسمان سے اُتریگا اور فرشتے اس کے

بقیہ حاشیہ ا:- آگے چل کر بیان کریں گے اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہات میں پُوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے
ص۲ باعث سے ایک چیز کا نام دُوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً ایک بہادر انسان کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیر ہے اور شیر نام رکھتے ہیں یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ شیر کی طرح اُس کے پنجے ہوں اور ایسی ہی بدن پر پشم ہو اور ایک دُم بھی ہو بلکہ صرف صفت شجاعت کے لحاظ سے ایسا اطلاق ہو جاتا ہے اور عام طور پر جمیع انواع استعارات میں یہی قاعدہ ہے سو خدائے تعالیٰ نے اسی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منه الیزیدیون یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کیے گئے ہیں اب اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ ایسے کامل تصریح سے خدائے
ص۳ تعالیٰ نے میرے پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے مگر خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہدِ حال ہے کہ اُس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل وکان وعد اللّٰه مفعولا یعنے ہم نے اس کو قادیان کے قریب اُتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اُتارا اور سچائی کے ساتھ اُترا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پُورا ہونا تھا۔ اس الہام پر نظر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدائے تعالےٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیشگوئی پہلے سے لکھا گیا
ص۴ تھا اب چونکہ قادیان کو اپنی ایک خاصیت کی رُو سے دمشق سے مشابہت دی گئی تو اس سے صاف

دائیں بائیں اپنے ہاتھوں کا سہارا دیکر بیت المقدس کی کسی اونچی عمارت پر لاکر اُتار دیں گے پھر کسی زینہ
صؔ۲۰ کے ذریعہ سے حضرت ایلیا نیچے اُتر آئیں گے اور یہودیوں کے تمام مخالفوں کو دُودتے زمین سے نابود
کر ڈالیں گے اور چونکہ اُن کی کتابوں میں جو کتب الہامیہ ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح کے آنے
سے پہلے ایلیا آسمان سے اُترے اسی وقت کی وجہ سے یعنی اس سبب سے کہ ایلیا ان کے گمان میں
صؔ۲۰ اب تک آسمان سے نہیں اُترا مسیح ابن مریم پر وہ ایمان نہیں لائے اور صاف کہہ دیا کہ ہم نہیں جانتے
کہ تُو کون ہے کیونکہ وہ مسیح جس کی ہمیں انتظار ہے ضرور ہے کہ اس سے پہلے ایلیا آسمان سے اُتر کر اُس کی
صؔ۲۱ راہوں کو درست کرے اس کے جواب میں ہر چند حضرت مسیح نے بہت زور دیکر انہیں کہا کہ وہ ایلیا جو
آنیوالا تھا یہی یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے جس کو تم نے شناخت نہیں کیا لیکن یہودیوں نے مسیح کے اس قول کو
ہرگز قبول نہیں کیا بلکہ خیال کیا کہ یہ شخص توریت کی پیشگوئیوں میں الحاد اور تحریف کر رہا ہے اور اپنے

بقیہ حاشیہ :۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیشگوئی
بیان کی گئی ہوگی کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا اور یہ الہام
جو براہین احمدیہ میں بھی چھپ چکا ہے بصراحت و بآواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف
میں یا احادیث نبویہ میں بعد پیشگوئی ضرور موجود ہے اور چونکہ موجود نہیں تو بجز اس کے اور کس طرف خیال
جا سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور
لکھا ہوگا اور اب جو ایک نئے الہام سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ قادیان کو خدائے تعالیٰ کے نزدیک
صؔ۲۰ دمشق سے مشابہت ہے تو اس پہلے الہام کے معنی بھی اس سے کھل گئے گویا یہ فقرہ جو اللہ جلّ شانہٗ نے
الہام کے طور پر اس عاجز کے دل پر القا کیا ہے کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان اس کی تفسیر یہ ہے کہ انا انزلناہ
قریبًا من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ
پر ہے۔ منارہ کے پاس پس یہ فقرہ الہام الٰہی کا کہ کان وعد اللّٰہ مفعولا اس تاویل سے پوری پوری تطبیق کھا کر
یہ پیشگوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔ اس عبارت تک یہ عاجز پہنچا تھا کہ یہ الہام ہوا قل لو کان
الامر من عند غیر اللّٰہ لوجدتم فیہ اختلافا کثیرا۔ قل لو اتبع اللّٰہ اھواءکم لفسدت السمٰوات
والارض ومن فیھن ولبطلت حکمتہ وکان اللّٰہ عزیزا حکیما۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربّی لنفد البحر
صؔ۲۱ قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ وکان
اللّٰہ غفورا رحیما ۞ پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں انکے
چولھے ہیں میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی

ص۷۷ مُرشد کو ایک عظمت دینے کے لیے ظاہری معنے کو کھینچ تان کر کچھ کا کچھ بنا رہا ہے۔ سو ظاہر پرستی کی
شامت نے یہودیوں کو حقیقت فہمی سے محروم رکھا اور مجرد الفاظ پر زور مارنے اور استعارہ کو حقیقت سمجھنے
کی وجہ سے ابدی لعنتوں کا ذخیرہ انہیں ملا حالانکہ وہ بجائے خود اپنے تئیں معذور سمجھتے تھے کیونکہ ان کی
ص۷۸ بائیل کے ظاہری الفاظ پر نظر تھی۔ افسوس کہ ہمارے مسلمان بھائی بھی اسی گرداب میں پڑے ہوتے
ہیں اور حضرت مسیح کی نسبت یہودیوں کی طرح ان کے دلوں میں یہی خیال جما ہوا ہے کہ ہم انہیں مسیح
پرمح آسمان سے اترتے دیکھیں گے اور یہ اعجوبہ بچشم خود دیکھیں گے کہ حضرت مسیح زرد رنگ کی پوشاک

بقیہ حاشیہ ۔ کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں (مٹھوٹھیاں وہ چھوٹی پیالیاں ہیں جنکو ہندوستانی میں
سکوریاں کہتے ہیں۔ عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں جو دنیا
سے بھرے ہوتے ہیں) اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونیکا
ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم میرزا غلام قادر میرے قریب
ص۷۷ بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے اُنہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ
انا انزلناہ قریبًا من القادیان تو میں نے سنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں
لکھا ہوا ہے تب اُنہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت
قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے
تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا
کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان یہ کشف تھا جو
کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا اور اس کشف میں جو میں نے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال
سے وفات پاچکے ہیں قرآن شریف پڑھتے دیکھا اور اس الہامی فقرہ کو اُن کی زبان سے قرآن شریف میں پڑھتے
ص۷۸ سُنا تو اس میں یہ بھید مخفی ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے میرے پر کھول دیا کہ ان کے نام سے اس کشف کی
تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے یعنی اُن کے نام میں جو قادر کا لفظ آتا ہے اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ
کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے اُس کے عجائبات قدرت اسی طرح
پر ہمیشہ ظہور فرما ہوتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ
لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اُس کے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور
محروم رہ جاتے ہیں اور ایک ذلیل حقیر اُمّی جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا
ہے ہمیشہ سے اس کی کچھ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ

ص۷۹ پہنی ہوئی آسمان سے اُترتے چلے آتے ہیں اور دائیں بائیں فرشتے اُن کے ساتھ ہیں اور تمام بازاری لوگ اور دیہات کے آدمی ایک بڑے میلہ کی طرح اکٹھے ہوکر دُور سے ان کو دیکھ رہے ہیں اور چھوٹے بڑے چلّا چلّا کر کہہ رہے ہیں کہ وہ آئے وہ آئے یہاں تک کہ دمشق کے شرقی منارہ پر
ص۸۰ اُتر آتے اور بذریعہ زینہ کے نیچے اُتارے گئے اور ایک دُوسرے سے سلام علیک اور مزاج پرسی ہوئی۔ تعجب کہ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ دُنیا میں کہ ایک دارالابتلا جگہ ہے ایسے معجزات ظہور پذیر ہرگز نہیں ہوتے ورنہ دعوت اسلام ایمان بالغیب کی حد سے باہر ہو جائے۔ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ کفار مکہ نے اسی قسم کا معجزہ ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل سے بھی مانگا تھا یہ جواب جنکو صاف دیا گیا کہ ایسا ہونا سنّت اللہ سے باہر ہے افسوس کہ ہماری قوم کے لوگ استعارات کو حقیقت
ص۸۱ پر حمل کرکے سخت پیچوں میں پھنس گئے ہیں اور ایسی سخت مشکلات کا سامنا انہیں پیش آگیا ہے کہ اب اُن سے باسانی نکلنا ان لوگوں کے لیے سخت دشوار ہے اور جو نکلنے کی راہیں ہیں وہ اُنہیں قبول نہیں کرتے مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا اس لفظ کو ظاہری لباس پر حمل کرنا کیسا لغو خیال ہے زرد رنگ پہننے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر اس لفظ کو ایک کشفی استعارہ قرار دیکر معبرین اور تجارب کے موافق اسکی تعبیر کرنا چاہیں تو یہ معقول تعبیر ہوگی کہ حضرت مسیح اپنے ظہور کے وقت یعنی اس وقت میں کہ جب وہ مسیح ہونیکا دعوٰی کریں گے کسی قدر بیمار ہونگے اور حالت صحت اچھی نہیں رکھتے ہوں گے کیونکہ کتب تعبیر کی رُو سے زرد رنگ پوشاک پہننے

بقیہ حاشیہ :- یؤتیہ من یشاء۔

ص۷۹ اب میں وہ حدیث جو ابوداؤد نے اپنی صحیح میں لکھی ہے. ناظرین کے سامنے پیش کرکے اس کے مصداق کی طرف اُن کو توجہ دلاتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابوداؤد کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنے حراث اوراسی نہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آلِ رسول کو تقویت دیگا جس کی امداد اور نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔ مسیح کے نام پر جو پیشگوئی ہے۔ اس کی علامات خاصہ درحقیقت دو ہی ہیں ایک یہ کہ جب وہ
ص۸۰ مسیح آئیگا تو مسلمانوں کی اندرونی حالت کو جو اسوقت بغایت درجہ بگڑی ہوئی ہوگی اپنی صحیح تعلیم سے دُرست کردیگا اور اُن کے رُوحانی افلاس اور باطنی ناداری کو بکلّی دُور فرما کر جواہرات علوم و حقائق و معارف اُن کے سامنے رکھ دیگا یہاں تک کہ وہ لوگ اس کو لیتے لیتے تھک جائیں گے اور اُن میں سے کوئی طالب حق

ص۸۲ کی یہی تاویل ہے اور ظاہر ہے کہ یہی تاویل عالم کشف اور رؤیا کی نہایت مناسب حال اور سراسر معقول اور قریب قیاس ہے کیونکہ تعبیر کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے عالم رؤیا یا عالم کشف میں زرد رنگ کی پوشاک دیکھی جائے تو اس کی یہ تعبیر کرنی چاہیئے کہ وہ شخص بیمار ہے یا بیمار ہونیوالا ہے کاش اگر اس محققانہ مذاق کے موافق ہمارے مفسّر اور محدّث اس فقرہ کی یہی تاویل کرتے یعنی یہ کہتے ہیں کہ جب مسیح ظہور فرما کر اپنا مسیح موعود ہونا خلق اللہ پر ظاہر کریگا تو اس وقت اس کی صحت کی حالت اچھی نہیں ہوگی بلکہ ضرور کسی قسم کی علالت جسمانی اور ضعف بدنی اس کے شامل حال ص۸۳ ہوگا جو اس کے ظہور کے لیے ایک خاص وردی کی طرح ایک علامت اور نشانی ہوگی تو ایسی تاویل کیا عمدہ اور لطیف اور سراسر راستی پر مبنی ہوتی لیکن افسوس کہ ہمارے عُلماء نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ تو اپنی نہایت سادگی اور خام خیالی کی وجہ سے بعینہٖ یہودیوں کی طرح انتظار کر رہے ہیں کہ سچ مچ مسیح جب آسمان سے اُتریگا تو ایک زرد رنگ کی پوشاک زعفران کے رنگ سے رنگین کی ہوئی

بقیہ حاشیہ ۔ رُوحانی طور پر مفلس اور نادار نہیں رہیگا بلکہ جس قدر سچائی کے بھُوکے اور پیاسے ہیں ان کو بکثرت طیب غذا صداقت کی اور شربت شیریں معرفت کا پلایا جائیگا اور علوم حقہ کے موتیوں ص۸۱ سے ان کی جھولیاں پُر کردی جائیں گی اور جو مغز اور لب لباب قرآن شریف کا ہے اُس عطر کے بھرے ہوئے شیشے اُن کو دیئے جائیں گے۔

دُوسری علامت خاصہ یہ ہے کہ جب وہ مسیح موعود آئیگا تو صلیب کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کریگا اور دجّال یک چشم کو قتل کر ڈالے گا اور جس کافر تک اس کی دم کی ہوا پہنچے گی وہ فی الفور مر جائیگا سو اس علامت کی اصل حقیقت جو رُوحانی طور پر مراد رکھی گئی ہے یہ ہے کہ مسیح دنیا میں آکر صلیبی مذہب کی شان و ص۸۲ شوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالیگا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بے حیائی اور خوکوں کی بے شرمی اور نجاست خواری ہے اُن پر دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر ان سب کا کام تمام کرے گا اور وہ لوگ جو صرف دنیا کی آنکھ رکھتے ہیں مگر دین کی آنکھ بکلّی ندارد بلکہ ایک بدنما ٹینٹ اس میں نکلا ہوا ہے اُن کو بیّن حجتوں کی سیف قاطعہ سے ملزم کرکے ان کی منکرانہ ہستی کا خاتمہ کردیگا اور نہ صرف ایسے یک چشم لوگ بلکہ ہر ایک کافر جو دین محمدی کو بنظرِ استحقار دیکھتا ہے مسیحی دلائل کے جلالی دم سے روحانی طور پر مارا جائیگا۔ غرض یہ ص۸۳ سب عبارتیں استعارہ کے طور پر واقعہ ہیں جو اس عاجز پر بخوبی کھولی گئی ہیں اب چاہے کوئی اس کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن آخر کچھ مدت اور انتظار کرکے اور اپنی بے بنیاد اُمیدوں سے یاس کلّی کی حالت میں ہو کر ایک دن سب لوگ اس طرف رجوع کریں گے۔ اس وقت ان مسیحی علامات کو لکھتے لکھتے مجھے ایک

اس کے زیب تن ہوگی کاش اگر ایسے علما کو کبھی ایسی خواب بھی آئی ہوتی کہ اُنہوں نے زرد رنگ کے
ص۸۴ کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور پھر اس کے بعد بیمار بھی ہو جاتے تو آج اُن کی نگاہ میں ہماری یہ باتیں قابلِ قدر
ٹھہرتیں لیکن مشکل تو یہ ہے کہ رُوحانی کوچہ میں اُن کو دخل ہی نہیں یہودیوں کے علماء کی طرح ہر یک بات
کو جسمانی قالب میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں لیکن ایک دوسرا گروہ بھی ہے جنکو خدائے تعالیٰ نے یہ
بصیرت اور فراست عطا کی ہے کہ وہ آسمانی باتوں کو آسمانی قانون قدرت کے موافق سمجھنا چاہتے ہیں
اور استعارات اور مجازات کے قائل ہیں مگر افسوس کہ وہ لوگ بہت تھوڑے ہیں اور اکثر یہی جنس
ہماری قوم میں بکثرت پھیلی ہوئی ہے کہ جو جسمانی خیالات پر گرے جاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ خدا تعالےٰ
ص۸۵ کا عام قانونِ قدرت جو اُس کی وحی اور اُس کے مکاشفات کے متعلق ہے صریح صریح ان کے زعم
کے مخالف شہادت دے رہا ہے صدہا مرتبہ خوابوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک چیز نظر آتی ہے اور
دراصل اس سے مراد کوئی دوسری چیز ہوتی ہے۔ ایک شخص کو انسان خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ
آگیا اور پھر صبح اس کا کوئی ہمرنگ آجاتا ہے انبیا کی کلام میں تمثیل کے ساتھ یا استعارہ کے طور
پر بہت باتیں ہوتی ہیں دیکھو ہمارے سیّد و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات

بقیہ حاشیہ : رویا صالحہ اپنی یاد آگئی ہے اور با مذاق لوگوں کے مسرور الوقت کرنے کے لیے اسکو میں اس جگہ
لکھتا ہوں۔ ایک بزرگ غایت درجہ کے صالح جو مردان خدا میں سے تھے اور مکالمہ الٰہیہ
ص۸۴ کے شرف سے بھی مشرف تھے اور بمرتبہ کمال اتباع سنت کرنیوالے اور تقویٰ
اور طہارت کے جمیع مراتب اور مدارج کو ملحوظ اور مرعی رکھنے والے تھے اور ان
صادقوں اور راستبازوں میں سے تھے جن کو خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف
ص۸۵ کھینچا ہوا ہوتا ہے اور پرلے درجہ کے معمور الاوقات اور یادِ الٰہی میں محو اور غریق
اور اسی راہ میں کھوئے گئے تھے جنکا نام نامی عبداللہ غزنوی تھا ایک مرتبہ میں
نے اس بزرگ باصفا کو خواب میں ان کی وفات کے بعد دیکھا کہ سپاہیوں
ص۸۶ کی صورت پر بڑی عظمت اور شان کے ساتھ بڑے پہلوانوں کی مانند مسلح
ہونے کی حالت میں کھڑے ہیں تب میں نے کچھ اپنے الہامات کا ذکر کر کے
اُن سے پوچھا کہ مجھے ایک خواب آئی ہے اس کی تعبیر فرمائیے۔ میں نے

ص۸۶ امہات المومنین کو فرمایا تھا کہ تم میں سے پہلے اس کی وفات ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے اور
ان تمام اہلِ بیت کو اس حدیث کے سننے سے یہی یقین ہو گیا تھا کہ درحقیقت لمبے ہاتھوں سے آنکا
لمبا ہونا ہی مراد ہے یہانتک کہ آنجناب کی ان پاکدامن بیویوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کیے لیکن
جب سب سے پہلے زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تب انہیں سمجھ آیا کہ لمبے ہاتھوں سے ایثار
ص۸۷ اور سخاوت کی صفت مُراد ہے جو زینبؓ رضی اللہ عنہا پر سب کی نسبت زیادہ غالب تھی۔

اور یہ خیال کہ تناسخ کے طور پر حضرت مسیح ابن مریم دنیا میں آئیں گے سب سے زیادہ ردی اور شرم کے لائق ہے تناسخ کے ماننے والے تو ایسے شخص کا دنیا میں دوبارہ آنا تجویز کرتے ہیں جس کے تزکیہ نفس میں کچھ کسر رہ گئی ہو لیکن جو لوگ بکلی مراحل کمالات طے کر کے اس دُنیا سے سفر کرتے ہیں وہ بزعم اُن کے ایک
ص۸۸ مدت دراز کے لیے مکتی خانہ میں داخل کیے جاتے ہیں۔ ماسوائے اس کے ہمارے عقیدہ کے موافق خدائے تعالیٰ کا بہشتیوں کے لیے یہ وعدہ ہے کہ وہ کبھی اُس سے نکالے نہیں جائیں گے پھر تعجب کہ ہمارے علماء کیوں حضرت مسیح کو اُس فردوس بریں سے نکالنا چاہتے ہیں آپ ہی یہ قصے سُناتے ہیں کہ حضرت ادریس جب فرشتہ ملک الموت سے اجازت لے کر بہشت میں داخل ہوئے تو ملک الموت
ص۸۹ نے چاہا کہ پھر باہر آویں لیکن حضرت ادریس نے باہر آنے سے انکار کیا اور یہ آیت سُنادی وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ اب مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت مسیح اس آیت سے فائدہ حاصل کرنے کے مستحق نہیں ہیں کیا یہ آیت ان کے حق میں منسوخ کا حکم رکھتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس لیے اس تنزل

بقیہ حاشیہ:- خواب میں یہ دیکھا ہے کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کا
ص۸۷ قبضہ میرے پنجہ میں اور نوک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے جب مَیں اُس کو دائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزاروں مخالف اُس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزارہا دشمن اُس سے مارے جاتے ہیں۔ تب حضرت عبداللہ صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میری خواب کو سُن کر بہت خوش
ص۸۸ ہوئے اور بشاشت اور انبساط اور انشراح صدر کے علامات وامارات اُن کے چہرہ میں نمودار ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ آپ سے بڑے بڑے کام لے گا اور یہ جو دیکھا کہ دائیں طرف تلوار چلا کر مخالفوں

کی حالت میں بھیجے جائیں گے کہ بعض لوگوں نے انہیں ناحق خدا بنایا تھا تو یہ انکا قصور نہیں ہے لَا تَزِرُ
ص۹۰ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ماسوا اس کے یہ بات بھی نہایت غور کے قابل ہے کہ یہ خیال کہ سچ مچ
مسیح بن مریم ہی بہشت سے نکل کر دنیا میں آجائیں گے تصریحات قرآنیہ سے بکلّی مخالف ہے۔ قرآن شریف
تین جگہ حضرت مسیح کا فوت ہو جانا کھلے کھلے طور پر بیان کرتا ہے اور حضرت مسیح کی طرف سے یہ عذر
پیش کرتا ہے کہ عیسائیوں نے جو انہیں اپنے زعم میں خدا بنا دیا تو اس سے مسیح پر کوئی الزام نہیں کیونکہ وہ
ص۹۱ اس ضلالت کے زمانہ سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ غرض تعلیم قرآن تو یہ ہے کہ مسیح مدت سے
فوت ہو چکا ہے اب اگر ہمارے علماء کو قرآن شریف کی نسبت حدیثوں کے ساتھ زیادہ پیار ہے تو
اُن پر یہ فرض ہے کہ احادیث کے ایسے معنے کریں جن سے قرآن شریف کے مضمون کی تکذیب لازم
نہ آوے میرے خیال میں جہانتک میں سوچتا ہوں یقینی طور پر یہ بات متنقش ہے کہ اب تک ہمارے
مولویوں نے حدیثوں کو قرآن کے ساتھ تطبیق دینے کے لیے ایک ذرہ توجہ مبذول نہیں فرمائی

بقیہ حاشیہ ۱۔ کو قتل کیا جاتا ہے اس سے مُراد وہ اتمام حجت کا کام ہے
ص۸۹ کہ جو رُوحانی طور پر انوار و برکات کے ذریعہ سے انجام پذیر ہوگا اور یہ جو دیکھا
کہ بائیں طرف تلوار چلا کر ہزارہا دشمنوں کو مارا جاتا ہے اس سے مُراد یہ ہے کہ
آپ کے ذریعہ سے عقلی طور پر خدائے تعالیٰ الزام و اسکات خصم کریگا
ص۹۰ اور دُنیا پر دونوں طور سے اپنی حُجّت پوری کر دے گا۔ پھر بعد اس کے انہوں
نے فرمایا کہ جب میں دنیا میں تھا تو میں اُمیدوار تھا کہ خدائے تعالیٰ ضرور کوئی ایسا
آدمی پیدا کرے گا پھر حضرت عبداللہ صاحب مرحوم مجھ کو ایک وسیع مکان کی
ص۹۱ طرف لے گئے جس میں ایک جماعت راستبازوں اور کامل لوگوں کی بیٹھی ہوئی
تھی لیکن سب کے سب مسلّح اور سپاہیانہ صُورت میں ایسی چستی کی طرز سے
بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے تھے کہ گویا کوئی جنگی خدمت بجالانے کے لیے
کسی ایسے حکم کے منتظر بیٹھے ہیں جو بہت جلد آنے والا ہے پھر اس کے
ص۹۲ بعد آنکھ کھل گئی۔ یہ رؤیا صالحہ جو درحقیقت ایک کشف کی قسم ہے استعارہ کے طور پر

صـ۹۲ جس طرف کسی اتفاق سے خیال کا رجوع ہو گیا اسی پر زور دیتے چلے گئے ہیں مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ ہمارے علماء کے لیے یہ امر کچھ سہل یا آسان بات نہیں کہ وہ قرآن شریف اور اپنے خیالات میں جو ظواہر الفاظ حدیثوں سے انہوں نے پیدا کیے ہیں تطبیق و توفیق کر کے دکھلا سکیں بلکہ جس وقت وہ اس طرف متوجہ ہوں گے تو ان کا نورِ قلب یا یوں کہو کہ کانشنس خود انہیں ملزم کریگا کہ وہ ان خیالات کو جو جسمانی طور پر ان کے دلوں میں منقش ہیں ہرگز ہرگز نصوص بیّنہ قرآنیہ سے مطابق نہیں کر سکتے اور نہ قرآن شریف کی ان آیات میں کوئی راہ تاویل کی کھول سکتے ہیں اور یہ بات خود ظاہر ہے کہ جب کوئی حدیث اپنے کسی مفہوم کی رُو سے قرآن شریف کے بیّنات سے مخالف واقعہ ہو تو قرآن شریف پر ایمان لانا مقدم ہے کیونکہ حدیث کا مرتبہ قرآن شریف کے مرتبہ سے ہرگز مساوی نہیں

صـ۹۳ اور جو کچھ حدیثوں کے بارہ میں ایسے احتمال پیدا ہو سکتے ہیں جو حدیثوں کے وثوق کے درجہ کو کمزور کریں ان احتمالوں میں سے ایک بھی قرآن شریف کی نسبت عائد نہیں ہو سکتا پس کیوں نہ ہم ہر حال میں قرآن شریف کو ہی مقدم رکھیں جس کی صحت پر تمام قوم کو اتفاق اور جس کے محفوظ چلے آنے کے لیے اعلیٰ درجہ کے دلائل ہمارے پاس ہیں اور ہمارے علماء پر یہ بات لازم وواجب ہے کہ قبل

صـ۹۴ اسکے کہ اس بارہ میں اس عاجز پر کوئی اعتراض کریں پہلے قرآن شریف اور احادیث کے مضامین میں پوری پوری تطبیق و توفیق کر کے دکھلاویں اور معقول طور پر ہمیں سمجھا دیں کہ جس حالت میں قرآن شریف کھلے کھلے طور پر حضرت مسیح کے وفات پا جانیکا قائل ہے تو پھر باوجود ان کے وفات پا جانے اور بہشت میں داخل ہو جانے کے پھر کیونکر اُن کا وہ جسم جو بموجب نص قرآنی کے زمین میں دفن ہو چکا آسمان

بقیہ حاشیہ :- انہیں علامات پر دلالت کر رہے ہیں جو مسیح کی نسبت ہم ابھی بیان کر آئے ہیں یعنی مسیح کا خنزیروں کو قتل کرنا اور علے العموم تمام کفّار کو مارنا انہیں معنوں کی رُو سے ہے کہ وہ حجت الٰہی اُن پر

صـ۹۳ پوری کریگا اور بیّنہ کی تلوار سے انکو قتل کر دے گا واللّٰہ اعلم بالصواب اور حارث کے نام پر جو پیشگوئی ہے اس کے علامات خاصہ پانچ بیان کیے گئے ہیں پہلی یہ کہ وہ نہ سیف کے ساتھ نہ سنان کے ساتھ بلکہ اپنی قوتِ ایمان کے ساتھ اور اپنے نورِ عرفان اور برکات بیان کے ساتھ حق کے طالبوں اور سچائی کے بھوکوں پیاسوں کو تقویت دیگا اور اپنی مخلصانہ شجاعت اور مومنانہ شہادتوں کی وجہ سے اُن کے قدم کو استوار کر دے گا اُسی کے موافق جو مومنین قریش نے مکہ معظمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو قبول کر کے اور اپنے سارے زور اور سارے اخلاص اور کامل ایمان کے آثار دکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بازوئے

صـ۹۴ دعوت کو قوت دیدی تھی اور اسلام کے پیروں کو مکہ معظمہ میں جما دیا تھا دوسری علامت یہ کہ

ص ۹۵ سے اُتر آئیگا اور اسجگہ صرف قرآن شریف ہی اُن کے مدّعا کے منافی نہیں بلکہ احادیث صحیحہ بھی
سخت منافی و مباین پڑی ہیں مثلاً بخاری کی یہ حدیث کہ جو امامکم منکم ہے اگر تاویلات کے شکنجہ
پر نہ چڑھائی جاوے اور جیساکہ ظاہر الفاظ حدیث کے ہیں اُنہیں کے موافق معنے لیے جائیں تو صاف
نظر آرہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر ظاہر یہی معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہی ہوگا یعنی ایک
ص ۹۶ مُسلمان ہوگا نہ یہ کہ سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی ہے جس کو ایک الگ اُمّت
دی گئی آسمان سے اُتر آئیگا۔ اس جگہ یاد رکھنا چاہیے کہ امام محمد اسمٰعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری میں آنے
والے مسیح کی نسبت صرف اسقدر حدیث بیان کر کے چُپ کر گئے کہ امامکم منکم اِس سے
صاف ثابت ہوتا ہے کہ دراصل حضرت اسمٰعیل بخاری صاحب کا یہی مذہب تھا کہ وہ ہرگز اس بات کے
ص ۹۷ قائل نہ تھے کہ سچ مچ مسیح ابن مریم آسمان سے اُتر آئیگا بلکہ انہوں نے اس فقرہ میں جو امامکم منکم

بقیہ حاشیہ: ۔ وہ حارث وراء النہر میں سے ہوگا جس سے مطلب یہ ہے کہ سمرقندی یا بخاری
الاصل ہوگا۔ تیسری علامت یہ ہے کہ وہ زمینداری کے ممیز خاندان میں سے اور کھیتی کرنے والا ہوگا۔
چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ جبوقت میں آل محمد یعنی اتقیاء مسلمین جو سادات قوم و شرفاء ملت ہیں کسی حامی دین اور
مبارز میدان کے محتاج ہونگے آل محمد کے لفظ میں ایک افضل اور اطیب جزو کو ذکر کر کے کل افراد جو پاکیزگی اور طہارت میں اس جز
سے مناسبت رکھتے ہیں اسی کے اندر داخل کیے گئے ہیں جیساکہ یہ عام طریقہ متکلمین ہے کہ بعض اوقات
ص ۹۵ ایک جز کو ذکر کر کے کل اس سے مراد لیا جاتا ہے۔ پانچویں علامت اس حارث کی یہ ہے کہ امیروں
اور بادشاہوں اور باجمعیت لوگوں کی صورت پر ظاہر نہیں ہوگا بلکہ اس اعلیٰ درجہ کے کام کی انجام دہی کے
لیے اپنی قوم کی امداد کا محتاج ہوگا۔

اب اوّل ہم ابوداؤد کی حدیث کو اس کے اصل الفاظ میں بیان کر کے پھر جسقدر مناسب اور کافی ہو
اپنی نسبت اُس کا ثبوت پیش کریں گے سو واضح ہو کہ حدیث یہ ہے عن علی قال قال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النّھر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ
ص ۹۶ منصور یوطن او یمکن لاٰل محمّد کما مکنت قریش لرسول اللّٰہ صلعم وجب علی کل مومن نصرہ
او قال اجابتہ۔ یعنی روایت ہے علی کرم اللّٰہ وجہہ سے کہ کہا فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے کہ ایک
شخص پیچھے نہر کے سے نکلیگا یعنی بخارا یا سمرقند اس کا اصل وطن ہوگا اور وہ حارث کے نام سے پکارا
جاویگا یعنی باعتبار اپنے آباؤاجداد کے پیشہ کے افواہ عام میں یا اس گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی ایک
زمیندار کہلائیگا۔ پھر آگے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائے گا اس وجہ

ہے صاف اور صریح طور پر اپنا مذہب ظاہر کر دیا ہے ایسا ہی حضرت بخاری صاحب نے اپنی صحیح میں
معراج کی حدیث میں جو ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا حال دوسرے انبیاء سے
آسمانوں پر لکھا ہے تو اُس جگہ حضرت عیسیٰ کا کوئی خاص طور پر مجسّم ہونا ہرگز بیان نہیں کیا بلکہ جیسے حضرت
ص ۹۸ ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی رُوح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا ذکر کیا ہے ایسا ہی بغیر
ایک ذرہ فرق کے حضرت عیسیٰ کی رُوح سے ملاقات ہونا بیان کیا ہے بلکہ حضرت موسیٰ کی رُوح کا کھلے
کھلے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنا مفصّل طور پر لکھا ہے۔ پس اس حدیث کو پڑھ کر کچھ
شک نہیں ہو سکتا کہ اگر حضرت مسیح جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں تو پھر ایسا ہی حضرت

بقیہ ☙ حاشیہ ☙۔ سے کہ وہ حراث ہوگا یعنی ممیز زمینداروں میں سے ہوگا اور کھیتی کرنے والوں
میں سے ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جاویگا پھر اس کے بعد فرمایا کہ اس کے لشکر یعنی اس کی جماعت
ص ۹۷ کا سردار و سرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جاویگا کیونکہ خدا تعالیٰ
اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اُس کے دل میں ہوں گے آپ ناصر ہوگا اس جگہ اگرچہ اس منصور کو سپہ سالار
کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی ظاہری جنگ و جدل مراد نہیں ہے بلکہ یہ ایک رُوحانی
فوج ہوگی کہ اُس حارث کو دی جائے گی جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر
دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے
اُس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چُپ رہا اور
ص ۹۸ اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تب میں نے اُس دوسرے کی طرف رُخ کیا جو چھت کے قریب اور
آسمان کی طرف تھا اور اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس
بات کو سُن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچہزار سپاہی دیا جائیگا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ
اگرچہ پانچہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں
نے یہ آیت پڑھی كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں
دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہے خوشحال ہے مگر خدا تعالیٰ کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے
ص ۹۹ پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دُوسرے وقت دکھایا جائے۔ اب بقیہ ترجمہ حدیث
کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ حارث جب ظاہر ہوگا تو وہ آل محمد کو (آل محمد کے
فقرہ کی تفسیر بیان ہو چکی ہے) قوت اور استواری بخشے گا اور ان کی پناہ ہو جائیگا یعنی ایسے وقت میں
کہ جب مومنین غربت کی حالت میں ہوں گے اور دین اسلام بیکس کی طرح پڑا ہوگا اور چاروں طرف سے

ص۹۹ ابراہیم اور حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء بھی اس جسم کے ساتھ اُٹھائے گئے ہوں گے کیونکہ معراج کی رات میں وہ سب نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رنگ میں آسمانوں پر نظر آتے ہیں یہ نہیں کہ کوئی خاص وردی یا کوئی خاص علامت مجسّم اُٹھائے جانے کی حضرت مسیح میں دیکھی ہو اور دوسرے نبیوں میں وہ علامت نہ پائی گئی ہو تمام حدیثوں کے پڑھنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ
ص۱۰۰ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں جن جن نبیوں سے ملاقات کی اُن سب کا ایک ہی طرز اور ایک ہی طور پر حال بیان کیا ہے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت بیان نہیں فرمائی۔ کیا یہ مقام علماء کے توجہ کرنے کے لائق نہیں؟

ایک نہایت لطیف نکتہ جو سورۃ القدر کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
ص۱۰۱ نے اس سورۃ میں صاف اور صریح لفظوں میں فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اس ساتھ فرشتے آسمان سے اُتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں۔ پس ان آیات کے مفہوم سے یہ جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر سخت ضلالت اور غفلت کے زمانہ میں یکدفعہ ایک خارق عادت کے طور پر انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو وہ اس بات

بقیہ حاشیہ ۔ مخالفوں کے حملے شروع ہوں گے۔ یہ شخص اسلام کی عزت قائم کرنے کے لیے بقوت تمام اُٹھے گا اور مومنین کو جہال کی زبان سے بچانے کے لیے بجوشِ ایمان کھڑا ہوگا اور نورِ عرفان کی
ص۱۰۰ روشنی پا کر ان کو مخالفوں کے حملوں سے بچائیگا اور ان سب کو اپنی حمایت میں لے لے گا اور ایسا انہیں ٹھکانا دیگا جیسے قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا یعنی دشمن کے ہر ایک الزام اور ہر یک باز پرس اور ہر یک طلب ثبوت کے وقت میں سب مومنوں کے لیے سپر کی طرح ہو جائیگا اور اپنے اُس قوی ایمان سے جو نبی کی اتباع سے اُس نے حاصل کیا ہے صدیق اور فاروق اور حیدر کی طرح اسلامی برکتوں اور استقامتوں کو دکھلا کر مومنوں کے امن میں آجانیکا موجب ہوگا۔ ہر یک مومن پر واجب ہے جو اس کی مدد کرے یا یہ کہ اس کو قبول کر لیوے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک ایسا عظیم الشان سلسلہ اُس حارث کی سپرد
ص۱۰۱ کیا جائیگا جس میں قوم کی امداد کی ضرورت ہوگی جیسا کہ ہم رسالہ فتح اسلام میں اس سلسلہ کی پانچوں شاخوں کا مفصل ذکر کر کے آئے ہیں اور نیز اسجگہ یہ بھی اشارۃً سمجھایا گیا ہے کہ وہ حارث بادشاہوں یا امیروں میں سے نہیں ہوگا تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل ہو سکے اور اس تاکید شدید کے کرنے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس حارث کے ظہور کے وقت جو مثیل مسیح ہونیکا دعویٰ کریگا لوگ امتحان میں پڑ جائیں گے اور بہتیرے اُن میں سے مخالفت پر کھڑے ہونگے اور مدد دینے سے رکیں گے بلکہ کوشش

ص۱۰۳ کی علامت ہو گی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں اور وہ حرکت حسب استعداد طبائع دو قسم کی ہوتی ہے حرکت تامہ اور حرکت ناقصہ۔ حرکت تامہ وہ حرکت ہے جو روح میں صفائی اور سادگی بخش کر اور عقل اور فہم کو کافی طور پر تیز کر کے رُوبحق کر دیتی ہے۔ اور حرکت ناقصہ وہ ہے جو روح القدس کی تحریک سے عقل اور فہم تو کسی قدر تیز ہو جاتا ہے مگر بباعث عدم سلامت
ص۱۰۳ استعداد کے وہ روبحق نہیں ہو سکتا بلکہ مصداق اس آیت کا ہو جاتا ہے کہ فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضًا یعنی عقل اور فہم کے جنبش میں آنے سے پچھلی حالت اُس شخص کی پہلی حالت سے بدتر ہو جاتی ہے جیسا کہ تمام نبیوں کے وقت میں بھی ہوتا رہا کہ جب ان کے نزول کے ساتھ ملائک کا نزول ہوا تو ملائکہ کی اندرونی تحریک سے ہر یک طبیعت عام طور پر جنبش میں آ گئی تب جو لوگ راستی کے فرزند تھے وہ

بقیہ حاشیہ:۔ کریں گے کہ اس کی جماعت متفرق ہو جائے اس لیے آنحضرت صلعم پہلے سے تاکید کرتے ہیں کہ اے مومنو تم پر اس حارث کی مدد واجب ہے ایسا نہ ہو کہ تم کسی کے بہکانے سے اس سعادت سے محروم رہ جاؤ۔ اس جگہ جو پیغمبر خدا صلعم نے بیان فرمایا جو مومنوں کو اُس کے ظہور سے قوت پہنچے گی اور اس کے میدان میں کھڑے ہو جانے سے اس تفرقہ زدہ جماعت میں ایک استحکام کی صورت میں پیدا ہو جائے گی اور وہ سپر کی طرح ان کے لیے ہو جائیگا اور ان کے قدم جم جانیکا موجب ہو گا جیسا کہ مکہ میں اسلام کے قدم جمنے کے لیے صحابہ کبار موجب ہو گئی تھے
ص۱۰۲ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تیغ اور تبر سے حمایت اسلام نہیں کریگا اور نہ اس کام کے لیے بھیجا جائیگا کیونکہ مکہ میں بیٹھ کر جو مومنین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تھی جس حمایت میں کوئی دوسری قوم کا آدمی ان کے ساتھ شریک نہیں تھا اِلّا شاذ و نادر وہ صرف ایمانی قوت اور عرفانی طاقت کی حمایت تھی نہ کوئی تلوار میان سے نکالی گئی تھی اور نہ کوئی نیزہ ہاتھ میں پکڑا گیا تھا بلکہ اُن کو جسمانی مقابلہ کرنے سے سخت ممانعت تھی صرف قوتِ ایمانی اور نورِ عرفان کے چمکدار ہتھیار اور ان ہتھیاروں کے جوہر جو صبر اور استقامت اور محبت اور اخلاص اور وفا اور معارفِ الٰہیہ اور حقائق عالیہ دینیہ انکے پاس موجود تھے لوگوں کو دکھلاتے تھے
ص۱۰۳ گالیاں سُنتے تھے جان کی دھمکیاں دیئے کر ڈرائے جاتے تھے اور سب طرح کی ذلتیں دیکھتے تھے پر کچھ ایسے نشۂ عشق میں مدہوش تھے کہ کسی خرابی کی پروا نہیں رکھتے تھے۔ اور کسی بلا سے ہراساں نہیں ہوتے تھے دنیوی زندگی کے رُو سے اُس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا رکھا تھا جس کی توقع سے وہ اپنی جانوں اور عزتوں کو معرضِ خطر میں ڈالتے اور اپنی قوم سے پُراتے اور پُر نفع تعلقات کو توڑ لیتے اس وقت تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنگی اور عسر اور کس نپرسید اور کس نشناسد کا زمانہ تھا اور آئندہ کی امیدیں باندھنے کے لیے کسی قسم کے قرائن و علامات موجود نہ تھے سو انہوں نے اُس غریب درویش کا دجود دراصل ایک

ص۱۰۴ اُن راستبازوں کی طرف کھنچے چلے آتے اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ تو اُٹھے اور دینیات کی طرف متوجہ بھی ہو گئے لیکن بباعث نقصان استعداد حق کی طرف رُخ نہ کر سکے سو فعل ملائک کا جو ربانی مصلح کے ساتھ اُترتے ہیں ہر یک انسان پر ہوتا ہے لیکن اس فعل کا نیکوں پر نیک اثر اور بدوں پر بد اثر پڑتا ہے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست … در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ص۱۰۵ اور جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر چکے ہیں یہ آیت کریمہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا اسی مختلف طور کے اثر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے جس میں وہ نبی اور وہ کتاب جو اس کو دی گئی ہے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں لیکن

ص۱۰۴ بقیہ حاشیہ۔ عظیم الشان بادشاہ تھا ایسے نازک زمانہ میں وفاداری کے ساتھ محبت اور عشق سے بھرے ہوئے دل سے جو دامن پکڑا جس زمانہ میں آئندہ کے اقبال کی تو کیا اُمید خود اُس مرد مصلح کی چند روز میں جان جاتی نظر آتی تھی یہ وفاداری کا تعلق محض قوت ایمانی کے جوش سے تھا جس کی مستی سے وہ اپنی جانیں دینے کے لیے ایسے کھڑے ہو گئے جیسے سخت درجہ کا پیاسا چشمہ شیریں پر بے اختیار کھڑا ہوتا ہے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی طرح جو وہ حارث آئے گا تو وہ مومنین کو تیر و تبر سے مدد نہیں دیگا بلکہ مومنین قریش کی اس مخصوص حالت اور اس مخصوص ماجرا کی طرح جو مکہ میں اُن پر گزرتا تھا جبکہ ان کے

ص۱۰۵ ساتھ دوسری قوموں میں سے کوئی نہ تھا اور نہ ہتھیار استعمال کیے جاتے تھے بلکہ صرف قوتِ ایمانی اور نور عرفانی کی چمکاریں گفتار اور کردار سے دکھلا رہے تھے اور انہیں کے ذریعہ سے مخالفوں پر اثر ڈال رہے تھے یہی طریق اس حارث کا بھی مومنوں کو اپنی پناہ میں لانے کے بارہ میں ہوگا کہ وہ اپنی قوتِ ایمانی اور نورِ عرفانی کے آثار و انوار دکھلا کر مخالفین کے مُنہ بند کریگا اور مستعد دلوں پر اُس کا اثر ڈالے گا اور اس کی قوتِ ایمانی و نورِ عرفانی کا چشمہ جیسا شجاعت و استقامت و صدق و صفا و محبت و وفا کی رُو سے بہتا ہوگا ایسا ہی روحانی اُمور کے بیان کرنے اور روحانی اور عقلی حجتوں کو مخالفوں پر پورا کرنے کے لیے بڑے زور سے رواں ہوگا اور وہ چشمہ اُسی چشمہ کا ہمرنگ ہوگا جو قریش کے مقدس بزرگوں صدیقؓ اور فاروقؓ اور علی مرتضیٰؓ کو ملا تھا جن کے ایمان کو آسمان کے فرشتے بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جن کے صافی عرفان میں سے اس قدر علوم و انوار و برکات و شجاعت و استقامت کے چشمے نکلے تھے کہ جس کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں سو ہمارے سید و مولیٰ فرماتے ہیں کہ وہ حارث بھی جب آئے گا تو اسی ایمانی چشمہ و

ص۱۰۶ سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے درحقیقت اس لیلۃ القدر کا دامن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ انسانوں میں دلی اور دماغی قوائے کی جنبش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ سعیدوں کے عقلی قوائے میں کامل اور مستقیم طور پر وہ جنبش ہوتی ہیں اور اشقیا
ص۱۰۷ کے عقلی قویٰ ایک کج اور غیر مستقیم طور سے جنبش میں آتے ہیں اور جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں بلکہ اُسی زمانہ سے کہ وہ نائب رحم مادر میں آوے پوشیدہ طور پر انسانی قوٰے کچھ کچھ جنبش شروع کرتے ہیں اور حسب استعداد ان میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور اس نائب کو نیابت کے اختیارات ملنے کے وقت تو وہ جنبش
ص۱۰۸ نہایت تیز ہو جاتی ہے پس نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت اُس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے یا یوں کہو کہ اُس کا ظل ہے جو آنحضرت

بقیہ حاشیہ ۔ عرفانی منبع کے ذریعہ سے قوم کے پودوں کی آبپاشی کریگا اور ان کے مرجھائے ہوئے
ص۱۰۷ دلوں کو پھر تازہ کر دیگا اور مخالفوں کے تمام بیجا الزاموں کو اپنی صداقت کے پیروں کے نیچے کچل ڈالے گا تب اسلام پھر اپنی بلندی اور عظمت دکھائے گا اور بے حیا خنزیر قتل کیے جاویں گے اور مومنین کو وہ عزت کی کرسی مل جائے گی جس کے وہ مستحق تھے۔ الغرض حدیث نبوی کی یہ تشریح ہے جو اس جگہ ہم نے بیان کر دی اور اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کرتا ہے جو براہینِ احمدیہ میں درج ہو چکا ہے بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد۔ اور اسی کی طرف وہ الہام بھی اشارہ کرتا ہے جو اس عاجز کی نسبت بحوالہ ایک حدیث نبوی کے جو پیش گوئی کے طور پر اس عاجز کے حق میں ہے
ص۱۰۸ خدائے تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے جو براہین میں درج ہے اور وہ یہ ہے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من فارس ان الذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللہ ردّ علیهم رجل من فارس شکر اللہ سعیه خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس۔ اس الہام میں صریح اور صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ فارسی
ص۱۰۹ الاصل جس کا دوسرا نام حارث بھی ہے بڑی خصوصیت یہ رکھتا ہے کہ اس کا ایمان نہایت درجہ کا قوی ہے اگر ایمان ثریا میں بھی ہوتا تو وہ مرد وہیں اس کو پا لیتا خدا اس کا شکر گزار ہے کہ اس نے دین اسلام کے منکروں کے سب الزامات و شبہات کو رد کیا اور حجت کو پورا کر دیا توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے ابنائے فارس یعنی توحید کی راہیں صاف کرو اور توحید سکھلاؤ اور توحید جو دنیا سے گری جاتی اور گم ہوتی جاتی ہے

صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے خدائے تعالیٰ نے اس لیلۃ القدر کی نہایت درجہ کی شان بلند کی ہے جیسا کہ
اس کے حق میں یہ آیت کریمہ ہے کہ فیھا یفرق کل امر حکیم یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانہ میں جو قیامت
ص ۱۰۹ تک ممتد ہے ہریک حکمت اور معرفت کی باتیں دنیا میں شائع کر دی جائیں گی اور انواع اقسام کے
علوم غریبہ و فنون نادرہ و صناعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے اور انسانی قویٰ میں موافق ان کی
مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اور عقل کے جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں یا جہاں تک
وہ ترقی کر سکتے ہیں سب کچھ بمنصہ ظہور لایا جائیگا لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پُرزور تحریکوں سے ہوتا رہیگا
ص ۱۱۰ کہ جب کوئی نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوگا درحقیقت اسی آیت کو سورۃ الزلزال
میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا ہے
کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدائے تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے اور اس کا
نبی لیلۃ القدر میں ہی دنیا میں نزول فرماتا ہے اور لیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے اُترتے ہیں جن کے ذریعہ
ص ۱۱۱ سے دُنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ضلالت کی پُرظلمت رات سے شروع کر
کے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں پھر بعد
اس سورۃ کے خدائے تعالیٰ نے سورۃ البینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا کہ لم یکن الذین کفروا من

بقیہ حاشیہ:- اس کو پکڑ لو کہ یہی سب سے مقدم ہے اور اسی کو لوگ بھول گئے اور اسجگہ ابن کی جگہ
ص ۱۱۰ جو ابناء کا لفظ اختیار کیا گیا حالانکہ مخاطب صرف ایک شخص ہے یعنی یہ عاجز یہ بطور اعزاز کے حضرت
باری تعالیٰ کی طرف سے ہے جیسا کہ بعض حدیثوں میں بجائے اس حدیث کے کہ لو کان الایمان معلقًا بالثریا لنالہ
رجل من فارس ہے رجالٌ من فارس لکھا ہے وہ بھی درحقیقت اسی اعزاز کے ارادہ سے ہے ورنہ ہر جگہ
درحقیقت رجل ہی مراد ہے۔ اس تمام تحقیق سے معلوم ہوا کہ حارث کی نسبت یہی عمدہ علامت احادیث میں
ہے کہ ایمانی نمونہ لے کر دُنیا میں آئیگا اور اپنی قوتِ ایمانی کی شاخیں اور اُن کے پھل ظاہر کر کے ضعیفوں کو
تقویت بخشے گا اور کمزوروں کو سنبھال لے گا اور اپنی صداقت کی شعاعوں سے شپر سیرت مخالفوں کو خیرہ کر دیگا
ص ۱۱۱ لیکن مومنوں کے لیے آنکھ کی روشنی اور کلیجے کی ٹھنڈک کی طرح سکینت اور اطمینان اور تسلّی کا موجب
ہوگا اور ایمانی معارف کا معلّم بنکر ایمانی روشنی کو قوم میں پھیلائیگا اور ہم رسالہ فتح اسلام میں ظاہر کر آئے ہیں
کہ درحقیقت مسیح بھی ایک ایمانی معارف کا سکھلانے والا اور ایمانی معلّم تھا اور یہ بھی ظاہر کر آئے ہیں کہ
مسیح بھی ظاہری لڑائیوں کے لیے نہیں آئیگا بلکہ بخاری نے یضع الحرب اس کی علامت لکھی ہے اور یہ کہ اسکا
قتل کرنا اپنے دم کی ہوا سے ہوگا نہ تلوار سے یعنی موجّہ باتوں سے رُوحانی طور پر قتل کرے گا سو مسیح اور حارث

ص۱۱۲ اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتیٰ تاتیھم البینہ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے اُن سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اس سبیل کے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ پیدا کردی کہ وہ زبردست رسول بھیجا جس کے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کیے تھے اور زبردست کلام بھیجا گیا تھا پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کے لیے خدا تعالیٰ سورۃ الزلزال میں بشارت
ص۱۱۳ دیتا ہے اور اِذَا زُلْزِلَتْ کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام تر زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدائے تعالےٰ کی طرف سے مع ہدایت پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہوگیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا یومئذٍ تحدث اخبارھا بان ربک
ص۱۱۴ اوحی لھا یومئذٍ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہوں گے یہ نشان ہے کہ زمین جہانتک اُس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی

ص۱۱۲ بقیہ حاشیہ:- کا ان دونوں علامتوں میں شریک ہونا اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ حارث اور مسیح موعود دراصل ایک ہی ہیں اور یہ حارث موعود کی پہلی علامت ہے جو ہم نے لکھی ہے یعنی یہ کہ وہ نہ سیف کیساتھ نہ سنان کیساتھ بلکہ اپنی قوت ایمان کے ساتھ اور اپنے انوار عرفان کے ساتھ اپنی قوم کو تقویت دیگا جیسے قریش نے یعنی صدیق رضؓ و فاروق رضؓ و حیدر کرار و دیگر مومنین مکہ نے انہیں صفاتِ استقامت کے ساتھ دین احمدی کے مکہ معظمہ میں قدم جما دیئے تھے۔

اس پہلی علامت کا ثبوت اس عاجز کی نسبت ہر یک غور کرنے والے پر ظاہر ہوگا کہ یہ عاجز اسی قوت ایمانی کے جوش سے عام طور پر دعوتِ اسلام کے لیے کھڑا ہوا اور بارہ ہزار کے قریب اشتہارات
ص۱۱۳ دعوتِ اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیانِ ملک کے نام روانہ کیے یہانتک کہ ایک اور خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولیعہد کے نام بھی روانہ کیا۔ اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈسٹون کے نام بھی ایک پرچہ اشتہار اور خط روانہ کیا گیا ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے نامی امراء کے نام مختلف ملکوں میں اشتہارات و خطوط روانہ کیے گئے جن سے ایک صندوق پُر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام بجز قوت ایمانی کے انجام پذیر نہیں ہوسکتا
ص۱۱۴ یہ بات خودستائی کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت نمائی کے طور پر ہے تا حق کے طالبوں پر کوئی بات مشتبہ نہ رہے ماسوا اس کے قوتِ ایمانی کے انوار جو تائیدات غیبیہ کے پیرایہ میں بطور خارق عادت ظاہر ہوتے

جائیگی یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ پر جنبش دی جائے گی اور خیالات عقلی اور فکری
ص۱۱۵ اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو
باہر نکال دے گی یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات مخفیہ کو بمنصئہ ظہور لائیں گے اور جو کچھ ان کے
اندر علوم و فنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی و دماغی طاقتیں و لیاقتیں ان میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر
ہوجائیں گی اور انسانی قوتوں کا آخری نچوڑ نکل آئے گا اور جو جو ملکات انسان کے اندر ہیں یا جو جو جذبات
ص۱۱۶ ظاہر اس کی فطرت میں مودع ہیں وہ تمام ممکن قوت سے حیز فعل میں آجائیں گے اور انسانی حواس کی ہر یک
نوع کی تیزیاں اور بشری عقل کی ہر قسم کی باریک بینیاں نمودار ہو جائیں گی اور تمام دفائن و خزائن علوم مخفیہ و
فنون مستورہ کے جو چھپے ہوئے چلے آتے تھے اُن سب پر انسان فتحیاب ہو جائے گا اور اپنی فکری اور
عقلی تدبیروں کو ہر یک باب میں انتہا تک پہنچا دیگا۔ اور انسان کی تمام قوتیں جو نشاء انسانی میں مخمر ہیں

بقیہ حاشیہ:۔ ہیں جو خدائے تعالیٰ کے فضل و رحم اور قرب پر دلالت کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی
انہیں اشتہارات میں لکھا گیا ہے جو باعث قوت ایمانی و قدم بر صراط مستقیم یہ سب نعمتیں اس عاجز
کو خاص طور پر عطا کی گئی ہیں کسی مخالف مذہب کو یہ مرتبہ ہرگز حاصل نہیں اگر ہے تو وہ مقابلہ کے لیے کھڑا
ہووے اور اپنی روحانی برکات کا جو اپنے مذہب کے اتباع سے اس کو حاصل ہوں اس عاجز سے موازنہ کرے
ص۱۱۵ لیکن آجتک کوئی مقابل پر نہیں اُٹھا اور نہ انسان ضعیف اور ہیچ کی یہ طاقت ہے کہ صرف اپنی مکاری
اور شرارتوں کے منصوبہ سے یا متعصبانہ ہٹ سے اس سلسلہ کے سامنے کھڑا ہو سکے جس کو خدائے تعالےٰ
نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی اس سلسلہ کے سامنے اپنی برکات نمائی کی رو سے
کھڑا ہو تو نہایت درجہ کی ذلت سے گرا دیا جائیگا کیونکہ یہ کام اور یہ سلسلہ انسان کی طرف سے نہیں بلکہ اُس
ذات زبردست اور قوی کی طرف سے ہے جس کے ہاتھوں نے آسمانوں کو اُن کے تمام اجرام کے ساتھ
بنایا اور زمین کو اُس کے باشندوں کے لیے بچھا دیا افسوس کہ ہماری قوم کے مولوی اور علماء یوں تو تکفیر
ص۱۱۶ کے لیے بہت جلد کاغذ اور قلم دوات لیکر بیٹھ جاتے ہیں لیکن ذرہ سوچتے نہیں کہ کیا یہ ہیبت اور
رُعب باطل میں ہوا کرتا ہے کہ تمام دنیا کو مقابلہ کے لیے کہا جائے اور کوئی سامنے نہ آسکے کیا وہ شجاعت
اور استقامت جھوٹوں میں بھی کسی نے دیکھی ہے جو ایک عالم کے سامنے اس جگہ ظاہر کی گئی اگر اُنہیں
شک ہے تو مخالفین اسلام کے جس قدر پیشوا اور واعظ اور معلم ہیں ان کے دروازہ پر جائیں اور اپنے
ظنون فاسدہ کا سہارا دے کر اُنہیں میرے مقابلہ پر رُوحانی اُمور کے موازنہ کے لیے کھڑا کریں پھر دیکھیں
کہ خدائے تعالیٰ میری حمایت کرتا ہے یا نہیں۔ اے خشک مولویو! اور پُر بدعت زاہدو تم پر افسوس کہ

صدہا طرح کی تحریکوں کی وجہ سے حرکت میں آجائیں گی اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اُترے ہوں گے ہر یک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کریں گے اور جن کی نگاہیں دنیا تک محدود ہیں وہ ان فرشتوں کی تحریک سے دنیوی عقلوں اور معاشرت کی تدبیروں میں وہ ید بیضا دکھلائیں گے کہ ایک مرد عارف متحیّر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں تب اُس روز ہر یک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر یک استعداد پر بحسب اس کی حالت کے اُتر رہی ہے یعنی صاف نظر آئے گا کہ جو کچھ انسانوں کے دل و دماغ کام کر رہے ہیں یہ اُن کی طرف سے نہیں بلکہ ایک غیبی تحریک ہے کہ اُن سے یہ کام کرا رہی ہے سو

بقیہ حاشیہ :- تمہاری آنکھیں عوام الناس سے زیادہ تو کیا ان کے برابر بھی نہیں دیکھ سکتیں آپ ہی یہ حدیثیں سُناتے ہو الآیات بعد المأتین اور کہتے ہو کہ بارہ سو برس کے بعد مسیح موعود وغیرہ نشانیوں کا ظاہر ہونا ضروری ہے بلکہ تم سے وہ مولوی بھی ہیں جنھوں نے شرطی طور پر کتابیں لکھ ماریں اور چھپوا بھی دیں کہ چودھویں صدی کے اوائل میں مسیح اور مہدی موعود کا ظاہر ہونا ضروری ہے لیکن جب خدائے تعالیٰ نے اپنے پاک نشانوں کو ظاہر کیا تو اوّل المنکرین تم لوگ ہی ٹھہرے۔

اور قوّت ایمانی کے آثار میں سے جو اس عاجز کو دی گئی ہے استجابت دُعا بھی ہے اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ جو بات اس عاجز کی دُعا کے ذریعہ سے ردّ کی جائے وہ کسی اور ذریعہ سے قبول نہیں ہو سکتی اور جو دروازہ اس عاجز کے ذریعہ سے کھولا جائے وہ کسی اور ذریعہ سے بند نہیں ہو سکتا لیکن یہ قبولیت کی برکتیں صرف اُن لوگوں پر اپنا اثر ڈالتی ہیں کہ جو غایت درجہ کے دوست یا غایت درجہ کے دشمن ہوں جو شخص پورے اخلاص سے رجوع کرتا ہے یعنی ایسے اخلاص سے جس میں کسی قسم کا کھوٹ پوشیدہ نہیں جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہیں جس میں کوئی چھپی ہوئی نفاق کی زہر نہیں وہ بے شک ان برکتوں کو دیکھ سکتا ہے اور ان سے حصہ پا سکتا ہے اور بلاشبہ اس چشمہ کو اپنی استعداد کے موافق شناخت کرلے گا مگر جو خلوص کے ساتھ نہیں ڈھونڈے گا وہ اپنے ہی قصور کی وجہ سے محروم رہ جائے گا اور اپنی ہی اجنبیت کی باعث سے بیگانہ رہے گا۔

اور ایک پھل قوّت ایمانی کا اسرار حقہ و معارفِ دینیہ کا ذخیرہ ہے جو اس عاجز کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا ہے پس جو شخص اس عاجز کی تالیفات پر نظر ڈالے گا یا اس عاجز کی صحبت میں رہے گا اس پر یہ حقیقت آپ ہی کھل جائے گی کہ کس قدر خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو دقائق و حقائق دینیہ سے

اُس دن ہریک قسم کی قوتیں جوش میں دکھائی دیں گی دنیا پرستوں کی قوتیں فرشتوں کی تحریک سے جوش
ص۱۲۰ میں آکر اگرچہ بباعث نقصان استعداد کے سچائی کی طرف رُخ نہیں کریں گی لیکن ایک قسم کا اُبال
اُن میں پیدا ہو کر اور انجماد اور افسردگی دور ہو کر اپنی معاشرت کے طریقوں میں عجیب قسم کی تدبیریں اور
ص۱۲۱ صنعتیں اور کلیں ایجاد کر لینگے اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات کا چشمہ
صاف صاف طور پر بہتا نظر آئے گا اور یہ بات شاذونادر ہوگی کہ مومن کی خواب جھوٹی نکلے تب انسانی
قویٰ کے ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائے گا اور جو کچھ انسان کے نوع میں پوشیدہ طور پر ودیعت رکھا
ص۱۲۲ گیا تھا وہ سب خارج میں جلوہ گر ہو جائیگا تب خدائے تعالیٰ کے فرشتے اُن تمام راستبازوں کو جو
زمین کی چاروں طرفوں میں پوشیدہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دیں گے اور

بقیہ ❀ حاشیہ ❀ :- حصہ دیا ہے۔

دُوسری اور تیسری علامت یعنی یہ کہ بخاری یا سمرقندی الاصل ہونا اور زمیندار اور زمینداری کے ممیز
ص۱۲۰ خاندان میں سے ہونا یہ دونوں علامتیں صریح اور بیّن طور پر اس عاجز میں ثابت ہیں اور اسجگہ مجھے قرین
مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آباء کی لائف یعنی سوانح زندگی کسی قدر اختصار کے ساتھ لکھوں سو پہلے میں یہ
ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ عرصہ قریب بیس برس کے ہوا ہوگا کہ ایک انگریز مسٹر گریفن نام نے جو اس ضلع
کا ڈپٹی کمشنر رہ چکا ہے اور ریاست بھوپال اور راجپوتانہ ریاستوں کا رزیڈنٹ بھی رہا ہے پنجاب کے
رئیسوں کا ایک سوانح تاریخ کے طور پر تالیف کر کے چھپوایا تھا اُس میں اُنہوں نے میرے والد مرحوم مرزا
غلام مرتضےٰ صاحب کا ذکر کر کے کچھ مختصر طور پر ان کے زمینداری خاندان کا حال اور سمرقندی الاصل ہونا لکھا
ہے لیکن میں اسجگہ کسی قدر مفصل بیان کرنے کی غرض سے ان تمام اُمور کو وضاحت سے لکھنا چاہتا ہوں جو
ص۱۲۱ اِس حدیثِ نبوی کی کامل تشریح کے لیے بطور مصداق کے ہیں تا اس عاجز کا ابتداء سے سمرقندی الاصل
ہونا اور ابتدا سے یہ خاندان ایک زمینداری خاندان ہونا جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی
حدیث کا منشا ہے اچھی طرح لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔

واضح ہو کہ ان کاغذات اور پُرانی تحریرات سے کہ جو اکابر اس خاندان کے چھوڑ گئے ہیں ثابت ہوتا ہے
کہ بابر بادشاہ کے وقت میں کہ جو چغتائی سلطنت کا مورثِ اعلیٰ تھا بزرگ اجداد اس نیاز مند الٰہی کے
خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کر کے دھلی
میں پہنچے اور دراصل یہ بات ان کاغذات سے اچھی طرح واضح نہیں ہوتی کہ کیا وہ بابر کے ساتھ ہی
ہندوستان میں داخل ہوئے تھے یا بعد اسکے بلاتوقف اس ملک میں پہنچ گئے لیکن یہ امر اکثر کاغذات سے

ص۱۲۳ دُنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئے گا تا ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لیوے
تب آخر ہو جائے گی یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لیے
سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ
ص۱۲۴ اَنْتَ اَشَدُّ مناسبۃً بعیسی ابن مریم واشبہ الناس بہ
خُلقًا وخَلقًا وزمانًا۔ مگر یہ تاثیرات اس لیلۃ القدر کی اب بعد اس کے کم نہیں
ص۱۲۵ ہوں گی بلکہ بالاتصال کام کرتی رہیں گی جب تک وہ سب کچھ پورا نہ ہولے جو خدائے تعالیٰ آسمان

بقیہ حاشیہ ۔ دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ گو وہ ساتھ پہنچے ہوں یا کچھ دن پیچھے سے آئے
ہوں مگر انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا خاص تعلق تھا جس کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز
سرداروں میں سے شمار کئے گئے تھے چنانچہ بادشاہِ وقت سے پنجاب میں بہت سے دیہات بطور جاگیر
کے انہیں ملے اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلقدار ٹھہرائے گئے اور اُن دیہات کے وسط میں ایک
میدان میں انہوں نے قلعہ کے طور پر ایک قصبہ اپنی سکونت کے لیے آباد کیا جس کا نام اسلام پور قاضی
ماجھی رکھا یہی اسلام پور ہے جو اب قادیان کے نام سے مشہور ہے اس قصبہ کے گرداگرد ایک فصیل تھی جس کی
بلندی بیس فٹ کے قریب ہوگی اور عرض اس قدر تھا کہ تین چھکڑے ایک دُوسرے کے برابر اس
ص۱۲۳ پر چل سکتے تھے چار بڑے بڑے بُرج تھے جن میں قریب ایک ہزار کے سوار و پیادہ فوج رہتی تھی اور
اسجگہ کا نام جو اسلام پور قاضی ماجھی تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتدا میں شاہان دہلی کی طرف سے اس تمام علاقہ
کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تھی اور منصب قضا یعنی رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا ان کے سُپرد تھا
اور یہ طرزِ حکومت اس وقت تک قائم و برقرار رہی کہ جس وقت تک پنجاب کا ملک دہلی کے تخت کا خراج گذار
رہا لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ چغتائی گورنمنٹ میں بباعث کاہلی و سُستی و عیش پسندی و نالیاقتی تخت نشینوں
کے بہت سا فتور آگیا اور کئی ملک ہاتھ سے نکل گئے انہیں دنوں میں اکثر حصہ پنجاب کا گورنمنٹ چغتائی
سے منقطع ہو کر یہ ملک ایک ایسی بیوہ عورت کی طرح ہو گیا جس کے سر پر کوئی سرپرست نہ ہو اور خدا تعالیٰ
ص۱۲۴ کے اعجوبہ قدرت نے سکھوں کی قوم کو جو دہقان بے تمیز تھی ترقی دینا چاہا چنانچہ ان کی ترقی اور تنزل
کے دونوں زمانے پچاس برس کے اندر اندر ختم ہو کر اُن کا قصہ بھی خواب و خیال کی طرح ہو گیا غرض اس زمانہ
میں کہ جب چغتائی سلطنت نے اپنی نالیاقتی اور اپنی بدانتظامی سے پنجاب کے اس حصہ سے بکلّی دستبرداری
اختیار کی تو ان دنوں میں بڑے بڑے زمیندار اس نواح کے خود مختار بن کر اپنے اقتدار کامل کا نقشہ جمانے لگے

پر مقرر کر چکا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اُترنے کے لیے جو زمانہ انجیل میں بیان فرمایا ہے یعنی یہ کہ وہ
ص۱۲۶ حضرت نوح کے زمانہ کی طرح امن اور آرام کا زمانہ ہوگا درحقیقت اسی مضمون پر سورۃ الزلزال جس
کی تفسیر ابھی کی گئی ہے دلالت التزامی کے طور پر شہادت دے رہی ہے کیونکہ علوم و فنون کے پھیلنے

بقیہ حاشیہ:۔ سو انہیں ایام میں بفضل و احسان الٰہی اس عاجز کے پردادا صاحب مرزا گل محمد
مرحوم اپنے تعلقہ زمینداری کے ایک مستقل رئیس اور طوائف الملوک میں سے بنکر ایک چھوٹے سے علاقہ
ص۱۲۵ کے جو صرف چوراسی یا پچاسی گاؤں رہ گئے تھے کامل اقتدار کے ساتھ فرمانروا ہوگئے اور اپنی مستقل ریاست کا
پورا پورا انتظام کرلیا اور دشمنوں کے حملے روکنے کے لیے کافی فوج اپنے پاس رکھ لی اور تمام زندگی ان کی ایسی
حالت میں گزری کہ کسی دوسرے بادشاہ کے ماتحت نہیں تھے اور نہ کسی کے خراج گزار بلکہ اپنی ریاست
میں خود مختار حاکم تھے اور قریب ایک ہزار کے سوار و پیادہ ان کی فوج تھی اور تین توپیں بھی تھیں اور تین چار سو
آدمی عمدہ عمدہ عقلمندوں اور علماء میں سے ان کے مصاحب تھے اور پانسو کے قریب قرآن شریف کے
حافظ وظیفہ خوار تھے جو اس جگہ قادیان میں رہا کرتے تھے اور تمام مسلمانوں کو سخت تقید سے صوم و صلوٰۃ کی
پابندی اور دین اسلام کے احکام پر چلنے کی تاکید تھی اور منکرات شرعی کو اپنی حدود میں رائج ہونے نہیں دیتے
ص۱۲۶ تھے اور اگر کوئی مسلمان ہو کر خلافِ شعار اسلام کوئی لباس یا وضع رکھتا تھا تو وہ سخت مورد عتاب ہوتا تھا
اور سقیم الحال اور غربا اور مساکین کی خبر گیری اور پرورش کے لیے ایک خاص سرمایہ نقد اور جنس کا جمع رہتا تھا
جو وقتاً فوقتاً ان کو تقسیم ہوتا تھا یہ ان تحریرات کا خلاصہ ہے جو اس وقت کی لکھی ہوئی ہم کو ملی ہیں جن کی زبانی
طور پر بھی شہادتیں بطریق مسلسل ابتک پائی جاتی ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ ان دنوں میں ایک وزیر سلطنت مغلیہ
کا غیاث الدولہ نام قادیان میں آیا اور میرزا گل محمد صاحب مرحوم کے استقلال و حسن تدبیر و تقویٰ و طہارت
و شجاعت و استقامت کو دیکھ کر چشم پُرآب ہوگیا اور کہا کہ اگر مجھے پہلے سے خبر ہوتی کہ خاندان مغلیہ میں سے
ص۱۲۷ ایک ایسا مرد پنجاب کے ایک گوشہ میں موجود ہے تو میں کوشش کرتا کہ وہی دہلی میں تخت نشین ہوجاتا اور
خاندان مغلیہ تباہ ہونے سے بچ جاتا غرض مرزا صاحب مرحوم ایک مرد اولوالعزم اور متقی اور غایت درجہ
کے بیدار مغز اور اوّل درجہ کے بہادر تھے اگر اس وقت مشیت الٰہی مسلمانوں کے مخالف نہ ہوتی تو بہت
امید تھی کہ ایسا بہادر اور اولی العزم آدمی سکھوں کی بلند شورش سے پنجاب کا دامن پاک کرکے ایک وسیع
سلطنت اسلام کی اس ملک میں قائم کردیتا جس حالت میں رنجیت سنگھ نے باوجود اپنی تھوڑی سی پدری ملکیت
کے جو صرف نو گاؤں تھی تھوڑے ہی عرصہ میں اس قدر پیر پھیلا لیے تھے جو پشاور سے لدھیانہ تک خالصہ

صـ۱۲۷ اور انسانی عقول کی ترقیات کا زمانہ درحقیقت ایسا ہی چاہیئے جس میں غایت درجہ کا امن و آرام ہو کیونکہ لڑائیوں اور فسادوں اور خوفِ جان اور خلافِ امن زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں کہ لوگ عقلی و عملی اموریں ترقیات کرسکیں یہ باتیں تو کامل طور پر تبھی سوجھتی ہیں کہ جب کامل طور پر امن حاصل ہو۔

صـ۱۲۸ ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اُس سے زیروزبر ہو جائے گی اور جو زمین کے

صـ۱۲۹ اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی۔ اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا۔

بقیہ ٭ حاشیہ ٭ :۔ ہی خالصہ نظر آتا تھا اور ہر جگہ ٹڈیوں کی طرح سکھوں کی ہی فوجیں دکھائی دیتی تھیں تو کیا ایسے شخص کے لیے یہ فتوحات قیاس سے بعید تھیں جس کی گم شدہ ملکیت میں سے ابھی چوراسی

صـ۱۲۸ یا پچاسی گاؤں باقی تھے اور ہزار کے قریب فوج کی جمعیت بھی تھی اور اپنی ذاتی شجاعت میں ایسے مشہور تھے کہ اس وقت کی شہادتوں سے یہ بداہت ثابت ہوتا ہے کہ اس ملک میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا لیکن چونکہ خدائے تعالےٰ نے یہی چاہا کہ مسلمانوں پر ان کی بیشمار غفلتوں کی وجہ سے تنبیہ نازل ہو اس لیے مرزا صاحب مرحوم اس ملک کے مسلمانوں کی ہمدردی میں کامیاب نہ ہو سکے اور میرزا صاحب مرحوم کے حالات عجیبہ میں سے ایک یہ ہے کہ مخالفینِ مذہب بھی ان کی نسبت ولایت کا گمان رکھتے تھے اور ان کے بعض خارق عادت امور عام طور پر دلوں میں نقش ہو گئے تھے یہ بات شاذ و نادر ہوتی ہے کہ کوئی مذہبی مخالف اپنے دشمن کی کرامات کا قائل ہو لیکن اس راقم نے مرزا صاحب مرحوم کے بعض خوارق عادت اُن سکھوں کے مُنہ سے

صـ۱۲۹ سُنے ہیں جن کے باپ دادا مخالف گروہ میں شامل ہو کر لڑتے تھے اکثر آدمیوں کا بیان ہے کہ لبا اوقات مرزا صاحب مرحوم صرف اکیلے ہزار ہزار آدمی کے مقابل پر میدانِ جنگ میں نکل کر ان پر فتح پا لیتے تھے اور کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ ان کے نزدیک آسکے اور ہر چند جان توڑ کر دشمن کا لشکر کوشش کرتا تھا کہ توپوں یا بندوقوں کی گولیوں سے ان کو ماردیں مگر کوئی گولی یا گولا ان پر کارگر نہیں ہوتا تھا یہ کرامت ان کی صدہا موافقین اور مخالفین بلکہ سکھوں کے مُنہ سے سُنی گئی ہے جنہوں نے اپنے لڑنیوالے باپ دادوں پر سنداً بیان کی تھی لیکن میرے نزدیک یہ کچھ تعجب کی بات نہیں اکثر لوگ ایک زمانہ دراز تک جنگی فوجوں میں نوکر رہ کر بہت سا حصہ اپنی عمر کا لڑائیوں میں بسر کرتے ہیں اور قدرت حق سے کبھی ایک خفیف سا زخم بھی تلوار یا بندوق کا ان کے بدن کو نہیں پہنچتا سو یہ کرامت اگر معقول طور پر بیان کی جائے کہ خدائے تعالےٰ اپنے خاص فضل سے دشمنوں کے حملوں سے انہیں بچاتا رہا تو کچھ حرج کی بات

صـ۱۳۰ نہیں اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ مرزا صاحب مرحوم دن کے وقت ایک پُر ہیبت بہادر اور رات کے وقت ایک باکمال عابد تھے اور معمور الاوقات اور متشرع تھے۔ اس زمانہ میں قادیان میں وہ نور اسلام چمک

ص۱۳۰ تب اس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے کہ جو قرآن شریف کے سیاق وسباق سے مخالف ہے اگر قرآن شریف
ص۱۳۱ کے اس مقام پر بنظرِ غور تدبر کرو تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں یعنی سورۃ البیّنۃ اور
ص۱۳۲ سورۃ الزلزال سورۃ لیلۃ القدر کے متعلق ہیں اور آخری زمانہ تک اسکا کل حال بتلا رہی ہیں ماسوا اسکے

بقیہ حاشیہ:- رہا تھا کہ اردگرد کے مسلمان اس قصبہ کو مکّہ کہتے تھے۔ لیکن مرزا گُل محمد صاحب مرحوم کے عہدِ ریاست کے بعد مرزا عطا محمد صاحب کے عہدِ ریاست میں جو اس عاجز کے دادا صاحب تھے یکدفعہ ایک سخت انقلاب آگیا اور ان سکھوں کی بے ایمانی اور بد ذاتی اور عہد شکنی کی وجہ سے جنہوں نے مخالفت کے بعد محض نفاق کے طور پر مصالحہ اختیار کر لیا تھا انواع اقسام کی مصیبتیں ان پر نازل ہوئیں اور بجز قادیان اور چند دیہات تمام دیہات ان کے قبضہ سے نکل گئے بالآخر سکھوں نے قادیان پر بھی قبضہ کر لیا اور دادا صاحب مرحوم معہ اپنے تمام لواحقین کے جلاوطن کیے گئے اس روز سکھوں نے پانسو کے قریب
ص۱۳۱ قرآن شریف آگ سے جلا دیا اور بہت سی کتابیں چاک کر دیں اور مساجد میں سے بعض مساجد مسمار کیں بعض میں اپنے گھر بنائے اور بعض کو دھرم سالا بنا کر قائم رکھا جو اب تک موجود ہیں۔ اس فتنہ کے وقت میں جس قدر فقراء و علماء و شرفاء و نجباء قادیان میں موجود تھے سب نکل گئے اور مختلف بلاد و امصار میں جا کر آباد ہو گئے اور یہ جگہ ان شریروں اور یزیدی الطبع لوگوں سے پُر ہو گئی جن کے خیالات میں بجز بدی اور بدکاری کے اور کچھ نہیں پھر انگریزی سلطنت کے عہد سے کچھ عرصہ پہلے یعنی ان دنوں میں جبکہ رنجیت سنگھ کا عام تسلط پنجاب پر ہو گیا تھا اس عاجز کے والد صاحب یعنی میرزا غلام مُرتضٰے صاحب مرحوم دوبارہ اس قصبہ میں آکر آباد ہوئے اور پھر بھی سکھوں کی جور و جفا کی نیش زنی ہوتی رہی اُن دنوں میں ہم لوگ ایسے ذلیل و خوار تھے کہ ایک گائے کا بچہ جو دو یا ڈیڑھ روپے کو آسکتا ہے صدہا درجہ ہماری نسبت بنظرِ عزت دیکھا جاتا تھا اور اس جانور کو ایک ادنیٰ خراش پہنچانے کی وجہ سے انسان کا خون کرنا مباح سمجھا گیا تھا صدہا آدمی
ص۱۳۲ ناکردہ گناہ صرف اس شک سے قتل کیے جاتے تھے کہ انہوں نے اس جانور کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے جاہل ریاست کو جو حیوان کے قتل کے عوض انسان کو قتل کر ڈالنا اپنا فرض سمجھتے تھے اس لائق نہیں تھے کہ خدائے تعالےٰ بہت عرصہ تک اس کو مُہلت دیتا اس لیے خدائے تعالیٰ نے اس تنبیہ کی صورت کو مسلمانوں کے سر پر سے بہت جلد اُٹھا لیا اور ابرِ رحمت کی طرح ہمارے لیے انگریزی سلطنت کو دُور سے لایا اور وہ تلخی اور مرارت جو سکھوں کے عہد میں ہم نے اٹھائی تھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیرِ سایہ آکر ہم سب بھول گئے اور ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گذار رہیں۔

ہر یک عقل سلیم سوچ سکتی ہے کہ ایسے بڑے زلزلہ کے وقت میں کہ جب ساری زمین تہ و بالا ہو جائے
گی ایسے کافر کہاں زندہ رہیں گے جو زمین سے اس کے حالات استفسار کریں گے کیا ممکن ہے ص۱۳۳
کہ زمین تو زیر و زبر ہو جائے یہانتک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا طبقہ باہر آجائے اور پھر لوگ زندہ ص۱۳۴

بقیہ ✻ حاشیہ ✻ :- انگریزی سلطنت میں تین گاؤں تعلق داری اور ملکیت قادیان کا حصہ جدّی والد صاحب
مرحوم کو ملے جواب تک ہیں اور حراث کے لفظ کے مصداق کے لیے کافی ہیں۔ والد صاحب مرحوم اس
ملک کے ممبر زمینداروں میں شمار کیے گئے تھے گورنری دربار میں اُن کو کرسی ملتی تھی اور گورنمنٹ برطانیہ ص۱۳۴
کے وہ سچے شکر گذار اور خیر خواہ تھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے ایام میں پچاس گھوڑے انہوں نے اپنے پاس سے
خرید کر اور اچھے اچھے جوان مہیا کر کے پچاس سوار بطور مدد کے سرکار کو دیئے اس وجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں
بہت ہردلعزیز تھے اور گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام دل جوئی کے ساتھ ان کو ملتے تھے بلکہ بسا اوقات صاحبان
ڈپٹی کمشنر و کمشنر مکان پر آکر ان کی ملاقات کرتے تھے۔ اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ خاندان ایک معزز
خاندان زمینداری ہے جو شاہان سلف کے زمانہ سے آجتک آثار عزت کسی قدر موجود رکھتا ہے۔
فالحمد للہ الّذی اثبت ھٰذہ العلامۃ اثباتًا بیّنًا واضحًا من عندہٖ۔

اور چوتھی اور پانچویں علامت کی تشریح کچھ ضروری نہیں خود ظاہر ہے اور قادیان کو جو خدائے تعالیٰ نے
دمشق کے ساتھ مشابہت دی اور یہ بھی اپنے الہام میں فرمایا کہ اخرج منہ الیزیدیون یہ تشبیہ ص۱۳۴
بوجہ ان ملحدوں اور شریروں کے ہے جو اس قصبہ میں رہتے ہیں کیونکہ اس قصبہ میں اکثر ایسے لوگ بھرے ہوئے
ہیں جن کو موت یاد نہیں دن رات دنیا کے فریبوں اور مکروں میں لگے ہوتے ہیں اگر انتظام گورنمنٹ انگریزی
مانع نہ ہو تو ان لوگوں کے دل ہر یک جرم کے کرنے کو طیار ہیں الا ماشاء اللہ ان میں ایسے بھی ہیں کہ جو خدا تعالےٰ
کے وجود سے بہ کلی منکر ہیں اور کسی چیز کو حرام نہیں سمجھتے میں ان کے دلوں کو دیکھتا ہوں کہ زنا سے لے کر خونِ
ناحق تک اگر موقعہ پاویں ان کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ یہ سب کام تعریف کے لائق ہیں۔ میں ان کے
نزدیک شاید تمام دنیا سے بدتر ہوں مگر مجھے افسوس نہیں میرے رُوحانی بھائی مسیح کا قول مجھے یاد آتا ہے کہ
نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ امام حسین کا وقت پاتے تو میرے
خیال میں ہے کہ یزید اور شمر سے پہلے ان کا قدم ہوتا اور اگر مسیح کے زمانہ کو دیکھتے تو اپنی مکاریوں ص۱۳۵
میں یہودا اسکریوطی کو پیچھے ڈال دیتے خدائے تعالیٰ نے جو ان کو یزیدیوں سے مناسبت دی تو بے وجہ نہیں
دی اس نے ان کے دلوں کو دیکھا کہ سیدھے نہیں ان کے چلن پر نظر ڈالی کہ دُرست نہیں تب اس نے
مجھے کہا کہ یہ لوگ یزیدی الطبع ہیں اور یہ قصبہ دمشق سے مشابہ ہے سو خدائے تعالیٰ نے ایک بڑے کام

پچ رہیں بلکہ اس جگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہیں اور یہ عام محاورہ قرآن شریف کا
ص۱۳۵ ہے کہ زمین کے لفظ سے انسانوں کے دل اور ان کے باطنی قویٰ مراد ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ جلشانہٗ ایک
جگہ فرماتا ہے اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتھا اور جیسا کہ فرماتا ہے۔ البلد الطیب یخرج
نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ ایسا ہی قرآن شریف میں بیسیوں نظیریں موجود
ص۱۳۶ ہیں جو پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ماسوا اس کے رُوحانی واعظوں کا ظاہر ہونا اور ان کے ساتھ
فرشتوں کا آنا ایک رُوحانی قیامت کا نمونہ ہوتا ہے جس سے مردوں میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور جو
قبروں کے اندر ہیں وہ باہر آ جاتے ہیں اور نیک اور بد لوگ اپنی سزا و جزا پا لیتے ہیں سو اگر سورۃ الزلزال کو قیامت
کے آثار میں سے قرار دیا جائے تو اس میں بھی شک نہیں کہ ایسا وقت روحانی طور پر ایک قسم کی قیامت ہی
ہوتی ہے خدائے تعالیٰ کے تائید یافتہ بندے قیامت ہی کا روپ بنکر آتے ہیں اور انہیں کا وجود قیامت
کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے جنکے آنے سے رُوحانی مردے زندہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور نیز اس
میں بھی کچھ شک نہیں کہ جب ایسا زمانہ آ جائیگا کہ تمام انسانی طاقتیں اپنے کمالات کو ظاہر کر دکھائیں گی
اور جس حد تک بشری عقول اور افکار کا پرواز ممکن ہے اس حد تک وہ پہنچ جائیں گی اور جن مخفی حقیقتوں
کو ابتدا سے ظاہر کرنا مقدر ہے وہ سب ظاہر ہو جائیں گی تب اس عالم کا دائرہ پورا ہو کر یک دفعہ
اس کی صف لپیٹ دی جائے گی۔

كُلُّ شَيْءٍ فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

بقیہ حاشیہ:۔ کے لیے دمشق میں اس عاجز کو اتارا الطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء
من المسجد الذی من دخلہ کان آمنا فتبارک الذی انزلنی فی ہذا المقام والسلام علٰی رسولہ
افضل الرسل وخیر الانام۔ منہ

ہمارا مذہب

زعشاق فرقان و پیغمبریم بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کرکے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ
ص۱۳۸ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیّر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں۔ اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ غرض ہمارا ان تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں
ص۱۳۹ اور جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کی طرف سے لائے اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک

فاش ضلالت اور جہنّم تک پہنچانے والی راہ یقین رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق اور معارف قرآنیہ اور دقائق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں محدثات اور بدعات میں ہی داخل کر لیتے ہیں حالانکہ معارف مخفیہ قرآن وحدیث ہمیشہ اہلِ کشف پر کھلتے رہے ہیں اور علماء وقت ان کو قبول کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے اکثر علماء کی یہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کا الہام ولایت جس کا کبھی سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سربستہ قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بنظر انکار واستہزا اس کو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کے لئے ظہر وبطن دونوں ہیں اور اس کے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے مُنہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین کشوف والہاماتِ اولیاء کو حدیث صحیح کے قائم مقام سمجھتے رہے ہیں۔

ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اس اپنے کشفی والہامی امر کو شائع کیا ہے کہ مسیح موعود سے
صفحہ ۱۴۰ مُراد یہی عاجز ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ بعض ہمارے علماء اس پر بہت افروختہ ہوتے ہیں اور انہوں نے اس بیان کو ایسی بدعات میں سے سمجھ لیا ہے کہ جو خارج اجماع اور برخلاف عقیدہ متفق علیہا کے ہوتی ہیں حالانکہ ایسا کرنے میں ان کی بڑی غلطی ہے۔

اوّل تو یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جسکو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہوگیا اور پیشگوئیوں کے بارہ میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں۔ بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے راز پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیش گوئی خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتے چہ جائیکہ دُوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیویں دیکھو جس حالت میں ہمارے سیّد
صفحہ ۱۴۱ مولیٰ آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو مَیں نے کسی اور صورت پر سمجھا اور ظہور ان کا کسی اور صورت پر ہوا تو پھر دُوسرے لوگ گو فرض کے طور پر ساری اُمّت ہی کیوں نہ ہو کب ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں غلطی نہیں سلف صالح ہمیشہ اس طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیشگوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اس بات کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی حوالہ بخدا کریں۔ اور مَیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اقرب با مَن جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیشگوئی پر زور نہ ڈالا جائے اور تحکّم کی راہ سے بھی دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہوگا۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیش گوئی کی صداقت میں طرح طرح کے

شکوک پیدا ہوکر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کہ تم نے پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جب کہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارہ میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے تو پھر اُمّت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔ ص۱۴۲

ماسوا اسکے ہم کئی دفعہ بیان کر آئے ہیں کہ اس پیشگوئی پر اجماع اُمّت بھی نہیں قرآن شریف قطعی طور پر اپنی آیات بینات میں مسیح کے فوت ہو جانیکا قائل اور ہمیشہ کیلئے اُسکو رخصت کرتا ہے۔ بخاری صاحب اپنی صحیح میں صرف اماماکم منکم کہکر چپ ہو گئے ہیں یعنی صحیح بخاری میں صرف یہی مسیح کی تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔ ہاں دمشق میں عندالمنارہ اُترنے کی حدیث مسلم میں موجود ہے مگر اس سے اجماع امت ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ یہ بھی ثابت ہونا مشکل ہے کہ مسلم کا درحقیقت یہی مذہب تھا کہ دمشق کے لفظ سے سچ مچ یہی دمشق مراد ہے اور اگر ایسا فرض بھی کر لیں تو فقط ایک شخص کی رائے ثابت ہوئی۔ مگر پیشگوئیوں کے بارہ میں جبکہ خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی رائے اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں رہ سکتی تو پھر مسلم صاحب کی رائے کیونکر معصوم ٹھہرے گی۔ میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں کا گو اُن میں اولیاء بھی داخل ہوں اجماع کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتا مسلمانوں نے صورت پیشگوئیوں کو مان لیا ہے اُنکی طرف سے یہ ہرگز دعویٰ نہیں اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیشگوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو اب تک کھلی نہیں۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیشگوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانیکے پھر بھی دُعا سے دستبردار نہیں ہوتے تھے جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ہمارے سیّد و مولیٰ رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔ اس خیال سے کہ شاید پیشگوئی میں کوئی ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جنکا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔ ص۱۴۳

ص۱۴۴ اور یہ دعویٰ کہ تمام صحابہ اور اہل بیت اسی طرح مانتے چلے آئے ہیں جیسا کہ ہم یہ بالکل لغو اور بلا دلیل ہے۔ فرد فرد کی رائے کا خدا ہی کو علم ہوگا۔ کسی نے ان سب کے اظہارات لکھ کر کب قلمبند کیے ہیں یا کب کسی نے اپنے مُنہ سے انکے بیانات سُنکر شائع کیے ہیں باوجودیکہ صحابی دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ تھے مگر اس پیشگوئی کے روایت کرنیوالے شاید دو یا تین تک نکلیں تو نکلیں۔ اور انکی روایت بھی عام طور پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ بخاری جو حدیث کے فن میں ایک ناقد بصیر ہے ان تمام روایات کو معتبر نہیں سمجھتا۔ یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ بخاری جیسے جدوجہد کرنیوالے کو وہ تمام رطب و یابس پہنچی ہی نہیں بلکہ صحیح اور قرین قیاس یہی ہے کہ بخاری نے انکو معتبر نہیں سمجھا اس نے دیکھا کہ دوسری حدیثیں اپنی ظاہری صورت میں اماماکم منکم کی حدیث سے معارض ہیں اور یہ حدیث غایت درجہ کی صحت پر پہنچ گئی ہے اس لیے اس نے ان مخالف المفہوم حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ کر اپنی صحیح کو اُن سے پر نہیں کیا۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ہرگز خیر القرون کا اس امر پر اجماع ثابت نہیں ہو سکتا کہ ضرور حضرت مسیح ص۱۴۵ دمشق میں ہی نازل ہونگے کیونکہ بخاری امام فن نے اس حدیث کو نہیں لیا۔ ابن ماجہ اس حدیث کا مخالف ہے بجائے دمشق کے بیت المقدس لکھتا ہے اسی طرح کسی کے مُنہ سے کچھ نکل رہا ہے اور کسی کے مُنہ سے کچھ پس اجماع کہاں ہے۔

اگر فرض کے طور پر اجماع بھی ہوتا تو پھر بھی کیا حرج تھا کیونکہ ان بزرگوں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور معنے نہیں ہو سکتے بلکہ وہ تو مسنون طور پر تفاصیل کو حوالہ بخدا کرتے رہے ہیں۔

پھر یہ بھی ہم بخوبی ظاہر کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کو صرف ظاہری الفاظ تک محدود رکھنے میں بڑی بڑی

مشکلات ہیں قبل اس کے جو مسیح آسمان سے اُترے صدہا اعتراض پہلے ہی اُتر رہے ہیں ان مشکلات میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور ہمیں اس بات کی کیا حاجت کہ ابن مریم کو آسمان سے اتارا جائے اور ان کا نبوت سے الگ ہونا تجویز کیا جائے اور ان کی اس طرح پر تحقیر کی جائے۔ کہ دوسرا شخص امامت کرے اور وہ پیچھے مقتدی بنیں اور دوسرا شخص ان کے روبرو لوگوں سے بیعت امامت و خلافت لے اور
ص۱۴۶ وہ بدیدہ حسرت دیکھتے رہیں اور احد المسلمین بنکر اپنی نبوت کا دم نہ مار سکیں اور ہم اس قریب الشرک بلکہ سراسر شرک سے بھرے کلمے کو کیوں مُنہ سے بولیں کہ دجّال یک چشم خدائے تعالیٰ کی طرح اپنے اقتدار سے مُردوں کو زندہ کرے گا اور صریح صریح خدائی کی علامتیں دکھلا دیگا اور کوئی اُسے یہ نہیں کہے گا کہ اے یک چشم خدا پہلے تو اپنی آنکھ دُرست کر۔ کیا وہ توحید جو اسلام نے ہمیں سکھائی ہے ایسی قدرتیں کسی مخلوق میں روا رکھتی ہے کیا اسلام نے ان واہیات باتوں کو اپنے پیروں کے نیچے کچل نہیں دیا عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک خر دجّال بھی گویا ایک حصّہ خدائی کا رکھتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس خر کا پیدا کرنے والا دجّال ہی ہے پھر جب کہ وہ دجّال محیی و ممیت اور خالق بھی ہے تو اس کے خدا ہونے میں کیا کسر رہ گئی۔ اور اس گدھے کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ وہ مشرق و مغرب میں ایک روز میں سیر کر سکے گا مگر ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجّال سے مُراد بااقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتے دیکھتے ہو۔ پھر مسیح کے بارہ میں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا طبعی اور
ص۱۴۷ فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جبکہ تیس یا چالیس ہزار فٹ زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیونکر پہنچ گئے اور کیا یہ مخالفوں کے لیے ہنسنے کی جگہ نہیں ہوگی کہ حلیہ اوّل اور اخیر کے اختلاف کی وجہ یہ بیان کی جائے کہ تغیر عمر کے سبب سے حلیہ میں فرق آگیا ہوگا۔

ایک اور بات ہمارے علماء کے لیے غور کے لائق ہے کہ احادیث میں صرف ایک دجّال کا ذکر نہیں بلکہ بہت سے دجّال لکھے ہیں اور **لِكُلِّ دَجَّالٍ عِيسٰى** کی مثال پر تدبر کی نظر ڈال کر یہ بات بآسانی سمجھ آسکتی ہے کہ عیسٰے کے لفظ سے مثیل عیسٰے مراد ہونا چاہیئے اس ہماری بات کو وہ حدیث اور بھی تائید دیتی ہے جو مثیل مصطفٰے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے جس کو دُوسرے لفظوں میں **مہدی** کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں ایسے لفظ ہیں جن سے بصراحت یہ پایا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی میں اپنے ایک مثیل کی خبر دے رہے ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ مہدی خُلق اور خلق میں میری
ص۱۴۸ مانند ہوگا یواطہ اسمہ اسمی اسم ابیہ اسم ابی یعنی میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا اور میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام اب دیکھو کہ خلاصہ اس حدیث کا یہی ہے کہ وہ میرا مثیل ہوگا اس صورت میں ایک

کو نہایت آسانی سے یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ جیسے حدیث میں ایک مثیل مصطفٰے کا ذکر ہے ایسا ہی مثیل مسیح کا ذکر بھی ہے نہ یہ کہ ایک جگہ مثیل مصطفٰےؐ اور دوسری جگہ خود حضرت مسیح ہی آجائیں گے۔ فتدبّر۔

اب ظاہر ہے کہ جس قدر ہم نے اپنے الہامی عقیدہ کی تائید میں دلائل عقلی و نقلی و شرعی لکھے ہیں وہ ہمارے اثبات مدعا کے لئے کافی ہیں اور اگر اس جگہ ہم بطور فرض محال تسلیم بھی کر لیں کہ ہم بکلّی شبہات پیش آمدہ کا تصفیہ نہیں کر سکے تو اس میں بھی ہمارا کچھ حرج نہیں کیونکہ الہام الٰہی و کشف صحیح ہمارا مؤید ہے اس لئے اسی قدر ہمارے لئے کافی ہے ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ الہام اور کشف کا نام سُن کر چپ ہو جاتے اور لمبی چون وچرا سے باز آجاتے اگر مخالف الرائے لوگوں کے ہاتھ میں بعض احادیث کی رُو سے کچھ دلائل ہیں تو ہمارے پاس ایسے نقلی و شرعی دلائل ان سے کچھ تھوڑے نہیں۔ قرآن شریف
ص۱۴۹ ہمارے ساتھ ہے اُن کے ساتھ نہیں صحیح بخاری کی حدیثیں ہماری مؤید ہیں اُن کی مؤید نہیں۔ علاوہ اس کے معقولی دلائل جو تجارب فلسفہ و طبعیہ سے لئے گئے ہیں وہ سب ہمارے پاس ہیں ان کے پاس ایک بھی نہیں اور ان تمام اُمور کے بعد الہام ربانی و کشف آسمانی ہمارے بیان کا شاہد ہے اور ان کے پاس اس اسرار پر کوئی ایسا شاہد نہیں۔

اس جگہ ہم اس بات کا لکھنا بے محل نہیں سمجھتے کہ الہام اور کشف کی حجت اور دلیل ہونے کے قائل اگرچہ بعض خشک متکلمین اور اُصولی نہ ہوں لیکن ایسے تمام محدث اور صوفی جو معرفت کامل اور تفقہ تام کے رنگ سے رنگین ہوتے ہیں بذوق تمام قائل ہیں اس بارے میں ہمارے دوست **مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی** نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں بہ بسط تمام بیان فرمایا ہے، چنانچہ از انجملہ امام عبد الوہاب شعرانی کی کتاب میزان کبرٰی اور فتوحات شیخ محی الدّین جو مولوی صاحب موصوف نے بتائید اپنی رائے کے ذکر کیا ہے اُن میں سے ہم کسی قدر ناظرین کیلئے لکھتے ہیں۔

ص۱۵۰ امام صاحب اپنی کتاب میزان کے صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں کہ صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اُسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے۔

اور پھر امام صاحب اس جگہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صاحب کشف ان علوم کا محتاج نہیں جو مجتہدوں کے حق میں ان کی صحت اجتہاد کے لئے شرط ٹھہرائے گئے ہیں اور صاحب کشف کا قول بعض علما کے نزدیک آیت اور حدیث کے مانند ہے۔

پھر صفحہ ۳۳ میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں مگر اہل کشف

کو اُن کی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث محدثین کے نزدیک جرح سے خالی نہیں مگر اہلِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

پھر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جو کلام اہلِ کشف کو رد کرے نہ عقلی نہ نقلی نہ شرعی کیونکہ کشف کی خود شریعت مؤید ہے۔

ص۱۵۲ پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشتہر ہو چکا ہے کہ وہ آں حضرت صلعم سے عالم ارواح میں یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے اور ان کے ہم عصروں نے ان کے دعوے کو تسلیم کیا۔

پھر امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام لیے ہیں جن میں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی ان کے صحبتی شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے ان سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لیے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں چنانچہ اس وقت تک پچھتّر دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب اس حضوری سے رُک جاؤں گا تو قلعہ میں جاتا اور تمہاری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے جو فتوحات میں اس بارے میں لکھا ہے اس میں سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہلِ ولایت بذریعہ کشف آں حضرت صلعم سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب
ص۱۵۲ کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت جبرائیل سے وہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو بتا دیتے ہیں یعنی ظلّی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبرائیل منکشف ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ ہم اس طریق سے آں حضرت صلعم سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں۔

بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آں حضرت کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں تمّ کلامہٗ اور فتوحات مکیہ میں ابن عربی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اہلِ ذکر و خلوت پر رفتہ علومِ لدنیہ کھُلتے ہیں جو اہلِ نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علومِ لدنیہ اور اسرار و معارف انبیاء اولیاء سے مخصوص ہیں۔ اور جنید بغدادی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تیس
ص۱۵۲ سال اس درجہ میں صرف کر کے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے اور ابویزید بسطامی سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے

علم مردوں سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدائے تعالیٰ ہے۔ تکلّم تمام۔

ایسا ہی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے رئیس محدثین حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرّہ کے کلمات قدسیہ اس بارے میں بہت کچھ لکھے ہیں اور دوسرے علماء وفقراء کی بھی شہادتیں دی ہیں مگر ہم ان سب کو اس رسالہ میں لکھ نہیں سکتے اور نہ لکھنے کی کچھ ضرورت ہے الہام اور کشف کی عزت اور پایہ عالیہ قرآن شریف سے ثابت ہے وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ صرف ایک ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا۔ الہام اور کشف کا مسئلہ اسلام میں ایسا ضعیف نہیں سمجھا گیا کہ جس کا نورانی شعلہ صرف عوام الناس کے منہ کی پھونکوں سے منطفی ہو سکے یہی ایک صداقت تو اسلام کے لیے وہ اعلیٰ درجہ کا نشان ہے جو قیامت تک بےنظیر شان وشوکت اسلام کی ظاہر کر رہا ہے

ص۱۵۴ یہی تو وہ خاص برکتیں ہیں جو غیر مذہب والوں میں پائی نہیں جاتیں ہمارے علماء اس الہام کے مخالف بلکہ احادیث نبویہ کے مکذب ٹھہرتے ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے اب ہمارے علماء کہ جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلادیں کہ کس نے اس صدی کے سرپر خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا ہے یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشا ہے کہ وہ مجدّد خدائے تعالیٰ کی طرف سے آئیگا یعنی علوم لدنیہ وآیات سماویہ کے ساتھ اب بتلادیں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سرپر مجدد ہونیکا ایسا دعویٰ کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا کوئی الہامی دعاوی کے ساتھ تمام مخالفوں کے مقابل پر ایسا کھڑا ہوا جیسا کہ یہ عاجز کھڑا ہوا **تفکروا وتندموا واتقوا اللہ ولا تغلوا** اور اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے میں غلطی پر ہے تو پھر آپ لوگ کچھ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہیں دنوں میں آسمان سے اُتر آوے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں

ص۱۵۵ اور میرے دعوے کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصوّر ہے کہ اب وہ آسمان سے اُتر ہی آوے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب ملکر دعا کریں کہ مسیح بن مریم جلد آسمان سے اُترتے دکھائی دیں اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائے گی کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابل پر ہو جایا کرتی ہے لیکن آپ یقیناً سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں مسیح تو آچکا لیکن آپ نے اس کو شناخت نہیں کیا۔ اب یہ اُمید موہوم آپ کی ہرگز پوری نہیں ہوگی یہ زمانہ گذر جائیگا اور کوئی ان میں سے مسیح کو اُترتے نہیں دیکھے گا۔

حالانکہ تیرھویں صدی کے اکثر علماء چودھویں صدی میں اس کا ظہور معین کر گئے ہیں اور بعض تو چودھویں

صدی والوں کو بطور وصیت یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اگر ان کا زمانہ پاؤ تو ہمارا السلام علیکم انہیں کہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب رئیس المحدثین بھی انہیں میں سے ہیں۔

بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل
ص۱۵۶ بنکر آوے کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی
میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اُتریگا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دیگا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور اُن کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دیگا۔ فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظہر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء لیکن یہ عاجز ایک خاص پیشگوئی کے مطابق جو خدائے تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود — گویم سخن اگرچہ ندارند باورم
ص۱۵۷ کاندر دلم دمید خداوند کردگار — کان برگزیدہ راز رہِ صدق مظہرم
موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم — حیف است گر بدیدہ نبینند منظرم
رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است — زانسان کہ آمد است در اخبار سرورم
ص۱۵۸ ایں مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس — سیّد جدا کند ز مسیحائے احمرم
از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار — چوں خود ز مشرق است تجلی نیّرم
اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم
ص۱۵۹ آنرا کہ حق بجنت خلدش مقام داد — چوں بر خلافِ وعدہ بروں آرد از ارم
چوں کافراز ستم بپرستند مسیح را — غیوری خدا بسرش کرد ہمسرم
رو یک نظر بجانبِ فرقاں بغور کن — تا بر تو منکشف شود ایں رازِ مضمرم

یارب بجاست محرم رازِ مکاشفات | تا نورِ باطنش خبر آرد ز مخبرم
آں قبلہ رو بجستی بچار دہم | بعد از ہزار و سہ کہ بُت افگند در حرم
یعنی سہ صد
جوشید آں چناں کرم منبع فیوض | کامد ندائے یار زہر کوئے و معبرم
صفحہ ۱۶۱ ای معترض بخوف الٰہی صبور باش | تا خود خدا عیان کند آں نور اخترم
آخر نخواندۂ کہ گمان نکو کنید | چوں میبری ز حد روشِ برادرم
بر من چرا کشی تو چنیں خنجرِ زبان | از خود نیم ز قادرِ ذوالمجد اکبرم
صفحہ ۱۶۲ ماٰمورم و مرا چہ دریں کار اختیار | رو ایں سخن بگو بہ خداوندِ آمرم
ای آنکہ سوئ من بدویدی بصد تبر | از باغبان بترس کہ من شاخ مثمرم
حکم است ز آسمان بزمیں میرسانمش | گر بشنوم بگویمش آنرا کجا برم
صفحہ ۱۶۳ ای قوم من بگفتۂ من تنگدل مباش | زاول چنیں مجوش ببیں تا باخرم
من خود نگویم ایں کہ بلوحِ خدا ہمیں است | گر طاقتست محو کن آں نقش داورم
در تنگنائ حیرت و فکرم ز قوم خویش | یارب عنایتی کہ ازیں فکر مضطرم
صفحہ ۱۶۴ نی چشم ماندہ است و نہ گوش و نہ نورِ دل | جز یک زبان شان کہ نیرزد بیکدرم
بد گفتنم ز نوعِ عبادت شمردہ اند | در چشم شان پلید تر از ہر مزورم
ایدل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار | کاخر کنند دعویِ حُبِّ پیمبرم
صفحہ ۱۶۵ ای مُنکر پیام سروشِ وجود آرے حق | از من خطا مبین کہ خطا در تو بنگرم
جانم گداخت از غم ایمانِ تو اعزیز | وایں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

خواہی کہ روشنت شود احوالِ صدقِ ما روشن دلی بخواہ ازاں ذاتِ ذوالکرم
گوشِ دلم بجانبِ تکفیرِ کس کجاست من مستِ جامہای عنایاتِ دلبرم ص۱۶۶
از طعنِ دشمنان خبری چون شود مرا کاندر خیالِ دوست بخوابِ خوش اندرم
من میزیم بوحیِ خدائی کہ با من است پیغامِ اوست چون نفسِ روح پرورم
من رخت بردہ ام بعماراتِ یارِ خویش دیگر خبر مپرس ازین تیرہ کشورم ص۱۶۷
عشقش بتار و پودِ دلِ من درون شدست مہرش شدست در رہِ دین مہرِ انورم
رازِ محبتِ من و او فاش گر شدی بسیار تن کہ جان بفشاندی برین درم
ابنای روزگار ندانند رازِ من من نورِ خود نہفتہ ز چشمانِ شپرم ص۱۶۸
بعد از رہم ہر آنچہ پسندند ہیچ نیست بدقسمت آنکہ در نظرش ہیچ محقرم
ہر لحظہ میخوریم ز جامِ وصالِ دوست ہر دم انیسِ یار علی رغمِ منکرم
بادِ بہشت بر دلِ پُرسوزِ من وزد صد نکہتِ لطیف دہد دودِ مجمرم ص۱۶۹
بدبوئی حاسدان نرساند زیان بمن من ہر زماں ز نافۂ یادش معطرم
کارم ز قربِ یار بجائے رسیدہ است کانجا ز فہم و دانشِ اغیار برترم
پائم ز لطفِ یار بجنت خزیدہ است واز فضلِ آں حبیب بدستست ساغرم ص۱۷۰
جوشِ اجابتش کہ بوقتِ دعا بود زان گونہ زاریم نشنیداست مادرم
ہر سوئی و ہر طرف رخِ آن یار بنگرم آن دیگری کجاست کہ آید بخاطرم
ای حسرت این گروہ عزیزان مرا ندید وقتی بہ بینندم کہ ازین خاک بگذرم ص۱۷۱

گر خون شد است دل ز غم و درد شان چہ شد — ہست آرزو کہ سر برود ہم درین سرم
ہر شب ہزار غم بمن آید ز درد قوم — یا رب نجات بخش ازین روز پر شرم
ص ۱۴۲ یا رب بآب چشم من این کسل شان بشو — کامروز تر شد است ازین درد بسترم
دریاب چونکہ آب ز بہر تو ریختیم — دریاب چونکہ جز تو نماند است دیگرم
تاریکیِ غموم بآخر نمے رسد — این شب مگر تمام شود روز محشرم
ص ۱۴۳ دل خون شد است از غم این قوم ناشناس — واز عالمان کج کہ گرفتند چنبرم
گر علم خشک و کوری باطن نہ رہ زدے — ہر عالم و فقیہ شدی ہمچو چاکرم
بر سنگ میکند اثر این منطقم مگر — بی بہرہ این کسان ز کلام موثرم
ص ۱۴۴ علم آن بود کہ نور فراست رفیق اوست — این علم تیرہ را بہ پشیزی نمیخرم
امروز قوم من نشناسد مقام من — روزی بگریہ یاد کند وقت خوشترم
ای قوم من بصبر نظر سوئی غیب دار — تا دستِ خود بعجز ز بہرِ تو گسترم
ص ۱۴۵ گر ہمچو خاک پیش تو قدرم بود چہ باک — چون خاک نیز کہ از خس خاشاک کمترم
لطفست و فضل او کہ نوازد و گرنہ من — کرمم نہ آدمی صدف استم نہ گوہرم
زانگونہ دست او دلم از غیر خود کشید — گوئی گہے نہ بود دگر در تصوّرم
ص ۱۴۶ بعد از خدا بعشق محمد مخمّرم — گر کفر این بود بخدا سخت کافرم
ہر تار و پود من بسراید بعشق او — از خود تہی و از غمِ آن دلستان پرم
من در حریم قدس چراغ صداقتم — دستش محافظ است ز ہر باد صرصرم

ص۱۷۷ ہر دم فلک شہادت صدقم ہمی دہد — زنیم کدام غم کہ زمین گشت منکرم
واللہ کہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار — بیدولت آنکہ دور بماند ز لنگرم
این آتشی کہ دامنِ آخر زمان بسوخت — از بہر چارہ اش بخدا نہر کوثرم
ص۱۷۸ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب — ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم
یارب بزاریم نظری کن بلطف و فضل — جز دستِ رحمتِ تو دگر کیست یاورم
جانم فدا شود برہِ دینِ مُصطفیٰ — این است کام دل اگر آید میسّرم

قریب تر بامن و نزدیک تر بسعادت کون لوگ ہیں کیا وہ لوگ جنھوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے

واضح ہو کہ یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے۔ وہ لوگ ہر ایک خطرہ کی حالت سے محفوظ اور معصوم ہیں اور کئی طرح کے ثواب اور اجر اور قوتِ ایمانی کے وہ مستحق ٹھہر گئے ہیں۔

اوّل یہ کہ اُنہوں نے اپنے بھائی پر حُسن ظن کیا ہے اور اُس کو مفتری یا کذاب نہیں ٹھہرایا اور اُس کی
ص۱۸۰ نسبت کسی طرح کے شکوک فاسدہ کو دل میں جگہ نہیں دی۔ اس وجہ سے اُس ثواب کا انہیں استحقاق حاصل ہوا کہ جو بھائی پر نیک ظن رکھنے کی حالت میں ملتا ہے۔

دوسری یہ کہ وہ حق کے قبول کرنے کے وقت کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرے اور نہ نفسانی جذبات اُن پر غالب ہو سکے اس وجہ سے وہ ثواب کے مستحق ٹھہر گئے کہ انہوں نے دعوت حق کو پا کر اور ایک ربانی منادی کی آواز سنکر پیغام کو قبول کر لیا اور کسی طرح کی روک سے رُک نہیں سکے۔

تیسری یہ کہ پیشگوئی کے مصداق پر ایمان لانے کی وجہ سے وہ اُن تمام وساوس سے مخلصی پا گئے کہ جو انتظار کرتے کرتے ایک دن پیدا ہو جاتے ہیں اور آخر یاس کی حالت میں ایمان دُور ہو جانے کا

موجب ٹھہرتے ہیں اور اُن سعید لوگوں نے نہ صرف خطرات مذکورہ بالا سے مخلصی پائی بلکہ خدائے تعالیٰ کا ایک نشان اور اس کے نبی کی پیشگوئی اپنی زندگی میں پوری ہوتی دیکھ کر ایمانی قوت میں بہت ترقی کر گئے اور ان کے سماعی ایمان پر ایک معرفت کا رنگ آگیا اب وہ ان تمام حیرتوں سے چھوٹ گئے جو
صـ۱۸۱ اُن پیشگوئیوں کے بارہ میں دلوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں جو پوری ہونے میں نہیں آتیں۔

چوتھی یہ کہ وہ خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لاکر اس سخط اور غضب الٰہی سے بچ گئے جو اُن نافرمانوں پر ہوتا ہے کہ جن کے حصہ میں بجز تکذیب و انکار کے اور کچھ نہیں۔

پانچویں یہ کہ وہ اُن فیوض اور برکات کے مستحق ٹھہر گئے جو ان مخلص لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو حسن ظن سے اس شخص کو قبول کر لیتے ہیں کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔

یہ تو وہ فوائد ہیں کہ جو انشاء اللہ الکریم ان سعید لوگوں کو بفضلہ تعالیٰ ملیں گے جنہوں نے اس عاجز کو قبول کر لیا لیکن جو لوگ قبول نہیں کرتے وہ ان تمام سعادتوں سے محروم ہیں اور ان کا یہ وہم بھی لغو ہے کہ قبول کرنے کی حالت میں نقصان دین کا اندیشہ ہے۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ نقصان دین کس وجہ سے ہو سکتا ہے نقصان تو اس صورت میں ہوتا کہ اگر یہ عاجز برخلاف تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کے لیے انہیں مجبور کرتا مثلاً کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال بتلاتا یا اُن ایمانی عقائد میں جو
صـ۱۸۲ نجات کے لیے ضروری ہیں کچھ فرق ڈالتا یا یہ کہ صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہ اعمال شرعیہ میں کچھ بڑھاتا یا گھٹا دیتا مثلاً پانچ وقت کی نماز کی جگہ دس وقت کی نماز کر دیتا یا دو وقت ہی رہنے دیتا یا ایک مہینہ کی جگہ دو مہینے کے روزے فرض کر دیتا یا اُس سے کم کی طرف توجہ دلاتا تو بیشک سراسر نقصان بلکہ کفر و خسران تھا لیکن جس حالت میں یہ عاجز بار بار یہی کہتا ہے کہ اے بھائیو میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لے کر نہیں آیا بلکہ مَیں بھی تم میں سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لیے بجز قرآن شریف اور کوئی دوسری کتاب نہیں جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لیے دوسروں کو ہدایت دیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے اور کوئی ہمارے لیے ہادی اور مقتدا نہیں جس کی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں تو پھر ایک متدین مسلمان کے لیے میرے اس دعوے پر ایمان لانا جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے کونسی اندیشہ کی جگہ ہے۔ بفرض محال اگر میرا یہ کشف اور الہام غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اس کے سمجھنے میں مَیں نے دھوکا کھایا ہے تو ماننے والے کا اس میں حرج ہی کیا اس نے کوئی
صـ۱۸۳ ایسی بات مان لی ہے جس کی وجہ سے اُس کے دین میں کوئی رخنہ پیدا ہو سکتا ہے اگر ہماری زندگی میں سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم ہی آسمان سے اُتر آئے تو دلِ ماشاد چشم ما روشن ہم اور ہمارہ گروہ سب سے پہلے اُن کو قبول کرے گا اور اس پہلی بات کے قبول کرنیکا بھی ثواب پائے گا جس کی طرف محض نیک نیتی اور

خدائے تعالیٰ کے خوف سے اس نے قدم اُٹھایا تھا بہرحال اس غلطی کی صورت میں بھی (اگر فرض کی جائے) ہمارے ثواب کا قدم آگے ہی رہا اور ہمیں دو ثواب ملے اور ہمارے مخالف کو صرف ایک لیکن اگر ہم سچے ہیں اور ہمارے مخالف آئندہ کی اُمیدیں باندھنے میں غلطی پر ہیں تو ہمارے مخالفوں کا ایمان سخت خطرہ کی حالت میں ہے کیونکہ اگر سچ مچ اُنہوں نے اپنی زندگی میں حضرت مسیح ابن مریم کو بڑے اقبال وجلال کے ساتھ آسمان سے اُترتے دیکھ لیا اور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ فرشتوں کے ساتھ اُترتے چلے آتے ہیں تب تو اُن کا ایمان سلامت رہا اور نہ دُوسری صُورت میں ایمان سلامت رہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ اگر اخیر زندگی تک کوئی آدمی آسمان سے اُترتا اُنہیں دکھائی نہ دیا بلکہ اپنی ہی طیاری آسمان
ص۱۸۶ کی طرف جانے کے لیے ٹھہر گئی تو ظاہر ہے کہ کیا کیا شکوک وشبہات ستانے جائیں گے اور نبی صادق کی پیشگوئی کے بارہ میں کیا کیا وساوس دل میں پڑیں گے اور قریب ہے کہ کوئی ایسا سخت وسوسہ پڑ جائے کہ جس کے ساتھ ایمان ہی برباد ہو کیونکہ یہ وقت انجیل اور احادیث کے اشارات کے مطابق وہی وقت ہے جس میں مسیح اُترنا چاہیے اسی وجہ سے سلف صالح میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنیکا وقت چودھویں صدی کا شروع بتلا گئے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی بھی یہی رائے ہے اور مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم نے بھی اپنے ایک رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور اکثر محدثین اس حدیث کے معنی میں کہ جو الآیات بعد المأتین ہے اسی طرف گئے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ مسیح موعود کا آسمان سے دمشق کے منارہ کے پاس اُترنا تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے تو اس کا جواب میں اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ اس بات پر ہرگز اجماع نہیں قرآن شریف میں اس کا کہاں بیان ہے وہاں تو صرف موت کا ذکر ہے۔ بخاری میں حضرت یحیٰی کی رُوح کے ساتھ حضرت عیسٰی کی رُوح دُوسرے آسمان پر بیان کیا ہے اور دمشق میں اُترنے سے اعراض کیا ہے اور
ص۱۸۵ ابن ماجہ صاحب بیت المقدس میں ان کو نازل کر رہے ہیں اور ان سب میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ تمام الفاظ ظاہر پر ہی محمول ہیں بلکہ صرف صورت پیشگوئی پر ایمان لے آئے ہیں پھر اجماع کس بات پر ہے ہاں تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے۔

سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے اُتار کر دکھلا دیں صالحین کی اولاد ہو مسجد میں بیٹھ کر تضرع اور زاری کرو تا کہ عیسٰی ابن مریم آسمان سے فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لادیں اور تم سچے ہو جاؤ۔ ورنہ کیوں ناحق بدظنی کرتے ہو اور زیر الزام آیت کریمہ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ آتے ہو۔ خدائے تعالیٰ سے ڈرو۔

لطیفہ۔ چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین

ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ
ص۱۸۶ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی اس نام کے عدد پورے تیرہ سو[۱۳۰۰] ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔ اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہٗ بعض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے ایک دفعہ میں نے آدم کے سن پیدائش کی طرف توجہ کی تو مجھے اشارہ کیا گیا کہ ان اعداد پر نظر ڈال جو سورہ العصر کے حروف تہجی میں ہیں کہ انہیں میں سے وہ تاریخ نکلتی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اس مسجد کی تاریخ جس کے ساتھ میرا مکان ملحق ہے الہامی طور پر معلوم کرنا چاہی تو مجھے الہام ہوا مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل فیہ یہ وہی مسجد ہے جس کی نسبت میں اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ میرا مکان اس قصبہ کے شرقی طرف آبادی کے آخری کنارہ پر واقع ہے اسی مسجد کے قریب اور اس کے شرقی منارہ کے نیچے جیسا کہ ہمارے سید و مولیٰ کی پیشگوئی کا مفہوم ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

ص۱۸۷ اور ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص کی موت کی نسبت خدائے تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی جس کا ماحصل یہ ہے کہ کلب یموت علی کلب یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مریگا جو باون[۵۲] سال سے تجاوز نہیں کرے گی جب باون سال کے اندر قدم دھرے گا تب اُسی سال کے اندر اندر راہی ملک بقا ہوگا۔

اب پھر میں تقریر مذکورہ بالا کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ ہمارا گروہ ایک سعید گروہ ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ مامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے اور ان کے دلوں نے قبول کرنے میں کچھ تنگی نہیں کیونکہ وہ سعید تھے اور خدائے تعالیٰ نے اپنے لیے انہیں چن لیا تھا عنایت حق نے انہیں قوت دی اور دوسروں کو نہیں دی اور اُن کا سینہ کھول دیا اور دوسروں کا نہیں کھولا سو جنہوں نے لے لیا انہیں اور بھی دیا جائیگا اور ان کی بڑھتی ہوگی مگر جنہوں نے نہیں لیا اُن سے وہ بھی لیا جائیگا جو ان کے پاس پہلے تھا۔ بہت سے راستبازوں نے آرزو کی کہ اس زمانہ کو دیکھیں مگر نہ دیکھ سکے مگر افسوس کہ ان لوگوں نے دیکھا مگر قبول نہ کیا ان کی حالت کو میں کس قوم کی حالت سے تشبیہ دوں ان کی
ص۱۸۸ نسبت یہی تمثیل ٹھیک آتی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وعدہ کے موافق ایک شہر میں اپنی طرف سے

ایک حاکم مقرر کر کے بھیجا تا وہ دیکھے کہ درحقیقت مطیع کون ہے اور نافرمان کون اور تا ان تمام جھگڑوں کا تصفیہ بھی ہو جائے جو ان میں واقع ہو رہے ہیں چنانچہ وہ حاکم عین اُسوقت میں جبکہ اُس کے آنے کی ضرورت بھی آیا اور اس نے اپنے آقا نامدار کا پیغام پہنچا دیا اور سب لوگوں کو راہ راست کی طرف بلایا اور اپنا حکم ہونا ان پر ظاہر کر دیا لیکن وہ اس کے ملازم سرکاری ہونے کی نسبت شک میں پڑ گئے تب اُس نے ایسے نشان دکھلائے جو ملازموں سے ہی خاص ہوتے ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور اُسے قبول نہ کیا اور اس کو کراہت کی نظر سے دیکھا اور اپنے تئیں بڑا سمجھا اور اُس کا حکم ہونا اپنے لیے قبول نہ کیا بلکہ اُس کو پکڑ کر بےعزت کیا اور اس کے مونہہ پر تھوکا اور اس کے مارنے کے لیے دوڑے اور بہت سی تحقیر و تذلیل کی۔ اور بہت سی سخت زبانی کے ساتھ اس کو جھٹلایا تب وہ اُن کے ہاتھ سے وہ تمام آزار اُٹھا کر جو اُس کے حق میں مقدر تھے اپنے بادشاہ کی طرف واپس چلا گیا اور وہ لوگ جنہوں نے اس کا ایسا برا حال کیا کسی اور حاکم کے آنے
ص۱۸۹ کے منتظر بیٹھے رہے اور جہالت کی راہ سے ایسے خیالِ باطل پر جمے رہے کہ یہ تو حاکم نہیں تھا بلکہ وہ اور شخص ہے جو آئیگا جس کی انتظاری ہمیں کرنی چاہیے سو وہ سارا دن اُس شخص کی انتظار کیے گئے اور اُٹھ اُٹھ کر دیکھتے رہے کہ کب آتا ہے اور اس وعدہ کا باہم ذکر کرتے رہے جو بادشاہ کی طرف سے تھا یہانتک کہ انتظار کرتے کرتے سورج غروب ہونے لگا اور کوئی نہ آیا آخر شام کے قریب بہت سے پولیس کے سپاہی آئے جن کے ساتھ بہت سی ہتھکڑیاں بھی تھیں سو انہوں نے آتے ہی ان شریروں کے شہر کو پھونک دیا اور پھر سب کو پکڑ کر ایک ایک کو ہتھکڑی لگا دی اور عدالت شاہی کی طرف بجرم عدول حکمی اور مقابلہ ملازم سرکاری چالان کر دیا جہاں سے انہیں وہ سزائیں مل گئیں جن کے وہ سزاوار تھے۔

سو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہی حال اس زمانہ کے جفا کار منکروں کا ہوگا ہریک شخص اپنی زبان اور قلم اور ہاتھ کی شامت سے پکڑا جائیگا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔

صفحہ ۱۹۰ علمائے ہند کی خدمت میں

نیاز نامہ

اے برادران دین و علماء شرع متین آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سُنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونیکا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے مُنہ سے سُنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو مَیں نے خدائے تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا مَیں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ مَیں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادت اور اخلاق وغیرہ کے خدائے تعالیٰ
صفحہ ۱۹۱ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں اور دُوسرے کئی امور میں جن کی تصریح انہیں رسالوں میں کرچکا ہوں میری زندگی کو مسیح ابن مریم کی زندگی سے اشد مشابہت ہے اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ مَیں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ مَیں تو پہلے بھی براہین احمدیہ میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ مَیں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے تعجب کہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد سات میں جس میں براہین احمدیہ کا ریویو لکھا ہے ان تمام الہامات کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل جان مان چکے ہیں مگر پھر بھی سُنا جاتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کو بھی اور لوگوں کا شور اور غوغا دیکھ کر کچھ منکرانہ جوش دل میں اُٹھتا ہے وہذا اعجب العجائب اور الہامات جو اس بارہ میں براہین میں درج ہیں وہ صفحات نمبر ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۷ و ۴۹۸ و

ص ۱۹۲ ۵۰۵ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۵۶ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ میں مندرج ہیں جن کی عبارتیں یہ ہیں:

یا احمد بارک اللہ فیک ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی الرحمن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اٰباءھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین. یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ لا مبدل لکلمات اللہ انا انزلناہ قریبًا ص ۱۹۳ من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہ وکان امر اللہ مفعولا وقالوا ان ھو الا افک افتریٰ وما سمعنا بھذا فی اٰبائنا الاوّلین قل ھو اللہ عجیب یجتبی من یشاء من عبادہ۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون سنلقی فی قلوبھم الرعب قل جاءکم نور من اللہ ص ۱۹۴ فلا تکفروا ان کنتم مومنین والذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون ویخوفونک من دونہ ائمۃ الکفر تبت یدا ابی	اے احمد خدائے تعالیٰ نے تجھ میں برکت ڈال دی ہے جو کچھ تو نے چلایا جبکہ چلایا یہ تُو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا ہے وہی رحمٰن ہے جس نے قرآن تجھے سکھایا تا تُو اُن لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تا مجرموں کی راہ صاف طور پر کھل جاوے یعنی تا معلوم ہو جاوے کہ کون لوگ تیرا ساتھ اختیار کرتے ہیں اور کون لوگ بغیر بصیرت کامل کے مخالفت پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سب لوگوں کو کہہ دے کہ مَیں خدا تعالیٰ کیطرف سے حکم کیا گیا ہوں اور سب سے پہلا وہ آدمی ہوں جو اس حکم پر ایمان لایا اے عیسٰی میں تجھے وفات دُونگا اور اپنی طرف اُٹھاؤنگا اور وہ جو تیرے تابع ہوئے ہیں مَیں اُنہیں اُن دُوسرے لوگوں پر جو تیرے منکر ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا خدا وہ قادر ہے جس نے اپنے رسُول کو ہدایت اور سچائی دین دے کر بھیجا تا سب دینوں پر حجت کی رو سے اس کو غالب کرے {یہ وہ پیشگوئی ہے جو پہلے سے قرآن شریف میں انہیں دنوں کے لیے لکھی گئی ہے} پھر بعد اسکے الہام الٰہی کا یہ ترجمہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ان وعدوں کو جو پہلے سے اُس کی پاک کلام میں آچکے ہیں کوئی بدل نہیں سکتا یعنی وہ ہرگز ٹل نہیں سکتے اور پھر بعد اس کے فرمایا ہے کہ ہم نے اُس مامور کو معہ اپنے نشانوں اور عجائبات کے قادیاں کے قریب اُتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اُترا۔ ———— اللہ اور اُسکے رسول کے وعدے جو قرآن اور حدیث میں تھے آج سچے ہو گئے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ اور امر ایکدن پورا ہونا ہی تھا اور کہیں گے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے جو آپ بنا لیا اور ہم نے اپنے سلف صالح سے اسکو نہیں سُنا۔ انکو کہہ کہ خدا تعالیٰ کی شان عجیب ہے تم اسکے اسرار تک پہنچ نہیں سکتے جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے اسکے پاس بندوں کی کچھ کمی نہیں اور اسکے کاموں کی اُس سے کوئی بازپرس نہیں کرسکتا کہ ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہیں کیا اور اپنے بندوں کے افعال و اقوال کی بازپرس کرتا ہے۔ اور عنقریب ہم اُنکے دلوں پر رُعب ڈالدینگے انکو کہدے کہ یہ نور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اگر تم مومن ہو تو اس سے انکار مت کرو اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ظلم کو نہیں ملایا

لهب وتب ما كان له ان يدخل
فيها الا خائفا وما اصابك فمن
الله الفتنة ههنا فاصبر كما صبر
ص۱۹۵ اولوا العزم الا انها فتنة
من الله ليحب حبا جما حبا من الله
العزيز الاكرم فى الله اجرك ويرضى
عنك ربك ويتم اسمك وان لم
يعصمك الناس فيعصمك الله
من عنده وما كان الله ليترك حتى
يميز الخبيث من الطيب وعسى
ان تكرهوا شيأ وهو خير لكم
والله يعلم وانتم لا تعلمون
ص۱۹۶ رب اغفر وارحم من السماء
رب انى مغلوب فانتصر ايلى ايلى
لما سبقتنى۔ رب ارنى كيف
تحى الموتى رب لا تذرنى فردا و
انت خير الوارثين ربنا افتح بيننا
وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين
بشرى لك يا احمدى انت مرادى
ومعى غرست كرامتك بيدى
انت وجيه فى حضرتى اخترتك
ص۱۹۷ لنفسى شانك عجيب واجرك
قريب الارض والسماء معك
كما هو معى جرى الله
فى حلل الانبياء لا تخف
انك انت الاعلى ينصرك

وہ امن کی حالت میں ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں اور منکروں کے پیشوا تجھے ڈرائیں گے ہلاک ہوئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے اور آپ بھی ہلاک ہوا اسے نہیں چاہیے تھا کہ اس معاملہ میں دلیری سے اپنے تئیں داخل کرتا بلکہ ڈرتا اور کچھ تجھے لوگوں کی باتوں سے آزار پہنچیگا درحقیقت خدا تعالیٰ کیطرف سے ہوگا اسجگہ ابی لہب سے مراد ایسے لوگ ہیں کہ جو مخالفانہ تحریریں کیلئے بغیر بصیرت کاملہ کے کھڑے ہوجائینگے اور لا تقف مالیس لک بہ علم کی نہی سے نہیں ڈرینگے اور امر حسن ظن کی پروا نہیں رکھینگے اور متشابہات امر متنازعٌ فیہ کو حوالہ بخدا نہیں کرینگے۔ پھر فرمایا کہ جب لوگ مخالفت پر آمادہ ہوجائینگے تو یہ ایک آزمائش کی جگہ ہوگی پس اسوقت تو صبر کر اولوالعزم رسول صبر کرتے رہے ہیں یاد رکھ کہ یہ منجانب اللہ آزمائش ہے تا وہ کامل طور پر تجھ سے محبت کرے یہ وہ محبت ہے جو خداوند غالب اور بہت بزرگ کیطرف سے ہے تیرا اجر خدا دیگا اور تیرا رب تجھ سے راضی ہوگا اور تیرا نام پورا کریگا اور خدا تجھے بچائیگا اگرچہ لوگ تیرے بچانے سے دریغ ہی کریں اور خدا ایسا نہیں ہے کہ قبل اسکے جو خبیث اور طیب میں فرق کرکے دکھلادے تجھے چھوڑ دیوے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ تم ایک امر کو جو تمہارے لیے بہتر ہو مکروہ سمجھو اور تمہارے دل کو اچھا نہ لگے مگر دراصل وہ تمہارے لیے اچھا ہو اور خدا تعالیٰ حقیقت اسرار جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے مجھ پر رحم نازل کر اور میرے لیے کھڑا ہو کہ میں مغلوب ہوں اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (یہ اشارہ اس مشابہت کیطرف ہے کہ جو اس عاجز کو حضرت مسیح سے ہے کیونکہ ایلی ایلی کی دعا درحقیقت مسیح نے اپنی تنگی کیوقت کی تھی) اور پھر اس عاجز کیطرف سے خدا تعالیٰ نے الہامی طور پر یہ دعا ظاہر کی کہ مجھے دکھلا کہ تو کیونکر مُردوں کو زندہ کرتا ہے (یہ بھی مسیحی مشابہت کیطرف اشارہ ہے) اور پھر اس عاجز کی طرف سے الہامی طور پر یہ دعا ظاہر کی کہ مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو خیر الوارثین ہے۔ مجھ میں اور میری قوم میں سچا فیصلہ کر کہ تو خیر الفاتحین ہے۔ اے میرے احمد تجھے بشارت ہو تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے میں نے تیری کرامت کا درخت ثابت اور مستحکم کر دیا تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لیے چنا تیری شان عجیب اور تیرا اجر قریب ہے۔ تیرے ساتھ زمین آسمان ایسا ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ تو خدا کا پہلوان ہے نبیوں کے حلّوں میں مت خوف کر کہ غلبہ تجھکو ہے خدا کئی میدانوں میں تیری مدد کریگا۔ میرا دن بڑے فیصلہ کا دن ہے میں نے لکھ چھوڑا ہے کہ ہمیشہ میں

اللہ فی مواطن ان یومی لفصل عظیم کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الا ان حزب اللہ ھم الغالبون۔	اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ یاد رکھ کہ خدا کا ہی گروہ غالب رہا کرتا ہے۔

یہ وہ الہامات ہیں جو براہین احمدیہ میں صفحات مذکورہ بالا میں ہم لکھ چکے ہیں جو صراحتًا و کنایتًا اس عاجز کے مثیل موعود ہونے پر دلالت کر رہے ہیں۔

ہاں براہین میں اس بات کا الہامی طور پر کچھ فیصلہ نہیں کیا گیا کہ حضرت مسیح بن مریم کے نزول کے جو لوگ منتظر ہیں کہ وہی مسیح بہشت سے نکل کر فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے زمین پر اُتر آئیں گے اس کی اصل حقیقت کیا ہے بلکہ مَیں نے براہین میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آجکل ہمارے مسلمان بھائیوں
صہ ۱۹۸ کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔ سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے مَیں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ مَیں صرف مثیل موعود ہوں اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے لیکن جب مسیح آئیگا تو اس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور کی خلافت ہوگی یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے کیونکہ جو لوگ خدائے تعالےٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے اسی وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبتک خدائے تعالیٰ کی طرف سے بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی تب تک اہل کتاب کی سُنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے اور بروقت نزول وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اس کو چھوڑ دیتے تھے سو اسی لحاظ سے حضرت مسیح بن مریم کی نسبت اپنی طرف سے براہین میں کوئی بحث نہیں کی گئی تھی۔ اب جو خدائے تعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا تو عام
صہ ۱۹۹ طور پر اس کا اعلان از بس ضروری تھا لیکن مجھے اگر کچھ افسوس ہے تو اس زمانہ کے اُن مولوی صاحبان پر ہے کہ جنہوں نے قبل اس کے جو میری تحریر پر غور اور خوض کی نگاہ کریں ردّ لکھنے شروع کر دیئے ہیں مصنفین اور محققین خوب سمجھتے ہیں کہ جس قدر حال کے بعض مولوی صاحبوں نے اپنی دیرینہ رائے کا مخالف ٹھہرایا ہے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ درحقیقت اتنی بڑی مخالفت نہیں ہے جس پر اتنا شور مچایا گیا مَیں نے صرف مثیل مسیح ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں ہاں اس زمانہ کے لیے میں مثیل مسیح ہوں اور دُوسرے کی انتظار بے سُود ہے اور یہ بھی ظاہر رہے کہ یہ کچھ میرا ہی خیال

نہیں کہ مثیل مسیح بہت ہو سکتے ہیں بلکہ احادیث نبویہ کا بھی یہی منشاء پایا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا کے اخیر تک قریب تیس[۳] کے دجال پیدا ہوں گے اب ظاہر ہے کہ جب تیس دجال کا آنا ضروری ہے تو بحکم لکل دجّال عیسٰی تیس مسیح بھی آنے چاہئیں پس اس بیان کی رُو سے ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے

ص۲۰۰ کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر علماء کیلئے اشکال ہی کیا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اُن کی یہ مُراد بھی پوری ہو جائے ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفاً و عقلاً و فرقاناً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح بن مریم کو آسمان سے اُترتے دیکھ لیں گے سوا نہیں اس بات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائیں گے کہ جب مسیح کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اُترتا ہوا مشاہدہ کریں گے ایک خطرناک ضد ہے اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جنکا خود ذکر اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔

اب میں نصیحتاً لِلّٰہ اپنے عزیز علماء کی خدمت میں صحیحین کی وہ حدیثیں عرض کرنا چاہتا ہوں جن کی نسبت

ص۲۰۱ انکا یہ خیال ہے کہ ان سے ہمارا دعویٰ مسیح ابن مریم کے آسمان سے اُترنے کا بخوبی ثابت ہوتا ہے اور جن پر زور مار کر وہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ اُن کو اپنے دعاوی کی اُن احادیث کی رُو سے ڈگری ملتی ہے سو وہ حدیثیں معہ ترجمہ کے ذیل میں لکھتا ہوں:

صحیح بخاری صفحہ ۴۹	ترجمہ
والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن	یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ابن مریم
ان ینزل فیکم ابن مریم	نازل ہوگا اور تمہارے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کیساتھ فیصلہ کریگا اور باطل
حکمًا عدلًا فیکسر الصلیب	پرستوں کو الگ اور حق پرستوں کو الگ کر دیگا پس وہ اسے حکم ہونیکی وجہ سے صلیب کو
ویقتل الخنزیر ویضع الحرب	توڑیگا اور خنزیروں کو ماریگا اور دین کے جھگڑوں کا خاتمہ کر دیگا تمہارا اس دن کیا
کیف انتم اذا نزل ابن مریم	حال ہوگا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے
فیکم وامامکم منکم۔	وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے ہی (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

یہاں تک بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہو چکا اور آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام بخاری صاحب امامکم منکم کے لفظ سے کس طرف اشارہ کر گئے ہیں العاقل یکفیہ الاشارہ۔

٭ ٭ ٭

اب مُسلم کی حدیث کا ترجمہ متوجہ ہو کر سنیں اور وہ یہ ہے۔

۲۰۲ صحیح مسلم

وعن النواس بن سمعان قال ذکر رسول اللہ صلعم الدجال فقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم۔ وان یخرج ولست فیکم فکل امرء حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم انہ شاب قطط عینہ طافیۃ کانی اشبہ بعبد العزیٰ ابن قطن فمن ادرکہ منکم فلیقرء علیہ فواتح سورۃ الکھف فانہا جوارکم من فتنتہ انہ خارج خلۃ بین الشام والعراق فعاث یمینا و عاث شمالا یا عباد اللہ فاثبتوا قلنا یا رسول اللہ ما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنۃ ویوم کشہر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم قلنا یا رسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنۃ اتکفینا فیہ صلوٰۃ یوم قال لا اقدروالہ قدرہ قلنا یا رسول اللہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح فیاتی علی القوم فیدعوھم فیومنون بہ فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح

ترجمہ

اور نواس بن سمعان سے روایت ہے ٭ کہ رسول خدا صلعم نے دجال کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر میری زندگی میں دجال نکل آوے تو میں تمہارے سامنے اس سے جھگڑوں گا (یہ فقرہ آئندہ کی پیشگوئی کو جو ضرور مسیح ابن مریم کے نازل ہونیکے وقت دجال نکلیگا ضعیف کرتا ہے بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجال کے نکلنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا گیا تب ہی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد پر بھی دجال ہونیکا گمان کیا تھا اُس وقت مسیح کہاں تھا) اور پھر فرمایا کہ اگر دجال نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر یک شخص اپنی ذات سے اس سے لڑیگا یعنی دلائل عقلیہ و شرعیہ کے ساتھ اور فرمایا کہ میرے بعد خدا تعالیٰ ہر ایک مسلمان پر میرا خلیفہ ہے اور پھر فرمایا کہ اُس کے بال بہت مڑے ہوئے ہیں اور آنکھیں پھولی ہوئی گویا میں (عالم کشف میں) عبد العزیٰ ابن قطن کے ساتھ اسکو تشبیہ دیتا ہوں۔

تشریح

مُلا علی قاری نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو خواب یا کشف کی حالت میں دیکھا تھا اور چونکہ وہ ایک مثالی عالم ہے اس لیے آں حضرت صلعم نے اُس کا حُلیہ بیان کرنیکے وقت لفظ کانی یعنی گویا کا لفظ بتا دیا تھا اس بات پر دلالت کرے کہ یہ رویت حقیقی رویت نہیں بلکہ ایک امر تعبیر طلب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی پر صحاح ستہ کی بہت سی حدیثیں یقینی اور قطعی دلالت کر رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت عیسیٰ اور دجال کی نسبت امور معلوم ہوتے تھے وہ حقیقت میں سب مکاشفات نبویہ تھے جو اپنے اپنے محل پر مناسب تاویل و تعبیر رکھتے ہیں اُنہیں میں سے یہ دمشقی حدیث بھی ہے جو مُسلم نے بیان کی ہے جسکا اس وقت ہم ترجمہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس بیان پر کہ یہ تمام پیشگوئیاں مکاشفات نبویہ ہیں اور رویا

٭ حاشیہ:۔ بانی مبانی اس تمام روایت کا صرف نواس بن سمعان ہے اور کوئی نہیں ہے یہ بات نہایت عجیب ہے کہ اس روایت کی نسبت اجماع صحابہ کا خیال کیا جاتا ہے اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ اور روایتوں کے برخلاف ہے۔ منہ

صالحہ کی طرح بالتزام قرآن محتاج تعبیر ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات مقدسہ شاہد ناطق ہیں۔ جیسا کہ یہ حدیث مندرجہ ذیل جو صحیحین میں درج ہے اور وہ یہ ہے: وعن عبد اللہ بن عمر انّ رسُول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم قال رایتنی اللیلۃ عند الکعبۃ فرایت رجلاً ادم کاحسن ما انت رایٔ من ادم الرجال لہ لِمۃ کاحسن ما انت راءٍ من اللمم قد رجّلہا فھی تقطر ماءً متکئاً علی عواتق رجلین یطوف بالبیت فسألت من ھذا فقالوا ھذا المسیح ابن مریم قال ثم اذا انا برجل جعدٍ قطط اعور العین الیمنی کان عینہ عنبۃ طافیۃ کاشبہ من رایتُ من الناس بابن قطن واضعا یدیہ علی منکبی رجلین یطوف بالبیت فسألت من ھذا فقالوا ھذا المسیح الدجال متفق علیہ وفی روایۃ قال فی الدجال رجل احمر جسیم جعد الراس اعور عین الیمنی اقرب الناس بہ شبہا ابن قطن۔ یعنی عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مَیں نے آج کی رات خواب میں یا از راہ مکاشفہ اپنے تئیں کعبہ کے پاس دیکھا اور وہاں مجھے ایک شخص گندم گون نظر آیا جس کا رنگ گندم گون مردوں میں سے اوّل درجہ کا معلوم ہوتا تھا اور اس کے بال ایسے صاف معلوم ہوتے تھے کہ جیسے کنگھی کی ہوتی ہے اور اُن میں سے پانی ٹپکتا ہے اور مَیں نے دیکھا کہ وہ شخص دو آدمیوں کے مونڈھوں پر تکیہ کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے پس مَیں نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو مجھے کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر اُسی خواب میں ایک شخص پر مَیں گزرا جس کے بال مڑے ہوئے تھے اور داہنی آنکھ اس کی کانی تھی گویا آنکھ اس کی انگور ہے۔ پھُولا ہوا اور اُن لوگوں سے بہت مشابہ تھا جو مَیں نے ابن قطن کے ساتھ دیکھے ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ دو شخصوں کے مونڈھوں پر رکھے ہوئے تھے اور خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور مَیں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

اب اس تمام حدیث پر نظر ڈال کر معلوم ہوگا کہ جو کچھ دمشقی حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اس کی بطور اختصار اس حدیث میں درج ہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے صاف اور صریح طور پر اس حدیث میں بیان فرما دیا ہے کہ یہ میرا ایک مکاشفہ یا ایک خواب ہے پس اس جگہ سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ

علیہم سارحتہم اطول ما کانت ذریً واسبغہ ضروعًا وامدّہ خواصر ثم یاتی القوم فیدعوھم فیردون علیہ قولہ فینصرف عنہم فیصبحون ممحلین لیس بایدیہم شیٔ من اموالہم ویمر بالخربۃ فیقول لہا اخرجی کنوزک فتتبعہ کنوزھا کیعاسیب
ص ٢٠٥ النحل ثم یدعوا رجلاً ممتلئاً شاباً فیضربہ بالسیف فیقطعہ جزلتین رمیۃ الغرض ثم یدعوہ فیقبل ویتہلل وجہہ یضحک فبینما ھو کذلک اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مہزودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طاطاء راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ مثل جمان کاللؤلؤ
ص ٢٠٦ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ۔

ص۲۰۷ دمشق والی حدیث جو پہلے ہم لکھ آئے ہیں درحقیقت وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خواب ہی ہے جیسا کہ اُس میں یہ اشارہ بھی کانی کا لفظ بیان کر کے کیا گیا ہے اور یہ حدیث جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف اور صریح طور پر فرماتے ہیں کہ میرا یہ ایک کشف یا خواب ہے اس کو بخاری اور مسلم دونوں نے اپنی صحیحین میں لکھا ہے اور علماء نے اس جگہ ایک اشکال پیش کر کے ایسے لطیف طور پر اس کا جواب دیا ہے جو ہمارے دعوای کا ایسا مؤید ہے کہ گویا ہم میں اور ہمارے مخالفین میں فیصلہ کرنیوالا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو متفق علیہ ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَیں نے مسیح ابن مریم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ پھر بعد اسکے فرماتے ہیں کہ ایسا ہی میں نے مسیح دجال کو بھی خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ مسیح ابن مریم اور مسیح دجال کا مدعا و قصد ایک ہی ہو اور وہ دونوں صراط مستقیم پر چلنے والے اور اسلام کے سچے تابع ہوں حالانکہ دوسری حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال خدائی کا دعوی کریگا پھر اسکو خانہ کعبہ کے طواف سے کیا کام ہے۔ اسکا علمائ نے یہ جواب دیا ہے کہ
ص۲۰۸ ایسے الفاظ و کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے یہ تو درحقیقت مکاشفات اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں جن کی تعبیر و تاویل کرنی چاہیے جیسا کہ عام طور پر خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے سو اس کی تعبیر یہ ہے کہ طواف لغت میں گرد پھرنے کو کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے نزول کے وقت میں اشاعت دین کے کام کے گرد پھریں گے اور اُس کا انجام پذیر ہو جانا چاہیں گے ایسا ہی مسیح دجال بھی اپنے ظہور کے وقت اپنے فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھریگا اور اس کا انجام پذیر ہو جانا چاہیے گا۔

اب کہاں ہیں وہ حضرات مولوی صاحبان جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا
ص۲۰۹ کفر و الحاد سمجھتے ہیں ذرہ اپنی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ سلف صالح نے اس حدیث کے معنی کرنے کے وقت مسیح دجال کے طواف کرنے کو ایک خواب کا معاملہ سمجھ کر کیسی اس کی تعبیر کر دی ہے جو ظاہر الفاظ سے بہت بعید ہے پھر جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کی ایک

۲۰؎ جز کی تعبیر کیگئی تو پھر کیا وجہ کہ باوجود ہونے قرائن قویہ کے دوسری جز کی تعبیر نہ کی جائے۔

واضح ہو کہ جس طرح ہمارے علماء نے مسیح دجّال کے طواف کو ایک کشفی امر سمجھ کر اُس کی ایک رُوحانی تعبیر کردی ہے ایسا ہی خود جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مقامات میں ظاہر فرمادیا کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کُھلتا ہے جب تک منجانب اللہ قطعی اور یقینی معنے اُس کے معلوم نہ ہوں میں ظاہر پر حمل نہیں کرسکتا۔ مثلاً اس حدیث کو دیکھو جو صحیح بخاری کے صفحہ ۵۵۱ میں درج ہے اور وہ یہ ہے حدثنا معلی قال حدثنا وھیب عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لھا اریتک فی المنام مرتین اری انک فی سرقۃ من حریر ویقول ھذہ امراتک فاکشف عنھا فاذا ھی انت فاقول ان یك ھذا من عند اللہ یمضہ یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ تو خواب میں مجھے دو دفعہ دکھائی گئی اور میں نے تجھے ایک ریشم کے ٹکڑے پر دیکھا اور کہا گیا کہ یہ تیری ۲۱؎ عورت ہے اور میں نے اُس کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تو ہی ہے اور میں نے کہا کہ اگر خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی تعبیر ہے جو میں نے سمجھی ہے تو ہو رہے گی یعنی خوابوں اور مکاشفات کی تعبیر ضرور نہیں کہ ظاہر پر ہی واقعہ ہو کبھی تو ظاہر پر ہی واقعہ ہو جاتی ہے اور کبھی غیر ظاہر پر وقوع میں آتی ہے سو اس جگہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی سچائی میں شک نہیں کیا کیونکہ نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے بلکہ اس کی طرز وقوع میں تردد بیان کیا ہے کہ خدا جانے اپنی ظاہری صورت کے لحاظ سے وقوع میں آوے یا اُس کی اور کوئی تعبیر پیدا ہو اور اس جگہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ جو وحی کشف یا خواب کے ذریعہ سے کسی نبی کو ہووے اس کی تعبیر کرنے میں غلطی بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ اسی صفحہ ۵۵۱ میں ایک دوسری حدیث میں ایسی غلطی کے بارے میں خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے اور وہ یہ ہے **قال** ابوموسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ اوھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب یعنی ابوموسیٰ سے روایت ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میں ۲۲؎ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں جس میں کھجوریں ہیں پس میرا وہم اس طرف گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہو گا مگر آخر وہ مدینہ نکلا جس کو یثرب بھی کہتے ہیں۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمادیا کہ کشفی امور کی تعبیر میں انبیاء سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اور ان احادیث سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ جو کچھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح ابن مریم اور مسیح دجّال کی نسبت پیشگوئیاں فرمائی ہیں حقیقت میں وہ سب مکاشفات نبویہ ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مذکورہ بالا میں صریح اور صاف طور پر اس بات کی طرف اشارہ بھی کر دیا کہ ان مکاشفات کو صرف ظاہر پر حمل

نہ کر بیٹھنا ان کی رُوحانی تعبیریں ہیں اور یہ سب امور اکثر روحانی ہیں جو ظاہری اشکال میں متمثّل کر کے دکھلائی گئی ہیں مگر افسوس کہ ہمارے آجکل کے علماء ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا نہیں چاہتے اور خواہ نخواہ کشفی استعارات کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں۔

واضح ہو کہ عالم کشف میں بڑے بڑے عجائبات ہوتے ہیں اور رنگا رنگ کی تمثیلات دکھائی دیتی ہیں بعض
ص۲۱۳ اوقات عالم کشف میں ایسی چیزیں مجسّم ہو کر نظر آجاتی ہیں کہ دراصل وہ روحانی ہوتی ہیں اور بعض وقت انسان کی شکل پر کوئی چیز دکھائی دیتی ہے اور دراصل وہ انسان نہیں ہوتا مثلاً زرارہ صحابی کا نعمان بن المنذر کو جو ایک عرب کا بادشاہ تھا تمامتر آرائش کے ساتھ خواب میں دیکھنا اور اس کی تعبیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمانا کہ اس سے مراد ملک عرب ہے جو پھر اپنی زینت اور آرائش کی طرف عود کر آیا ہے یہ صریح اس بات کی دلیل ہے کہ کشفی اُمور میں کہیں کی کہیں تعبیر چلی جاتی ہے چنانچہ اس عاجز کو بھی اس بات کا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض اوقات خواب یا کشف میں رُوحانی اُمور جسمانی شکل پر متشکل ہو کر مثل انسان نظر آجاتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد صاحب غفر اللہ لہ جو ایک معزز رئیس اور اپنی نواح میں عزت کے ساتھ مشہور تھے انتقال کر گئے تو ان کے فوت ہونے کے بعد دُوسرے یا تیسرے روز ایک عورت نہایت خوبصورت خواب میں مَیں نے دیکھی جس کا حُلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اُس نے بیان کیا کہ میرا نام رانی ہے اور مجھے اشارات سے کہا کہ مَیں اس گھر کی عزت اور وجاہت ہوں اور کہا کہ مَیں چلنے کو تھی مگر تیرے لیے رہ گئی۔ اُنہیں دنوں میں مَیں نے ایک نہایت خوبصورت مرد دیکھا اور مَیں نے اُسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو تب اُس نے
ص۲۱۴ اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ مَیں تیرا بخت بیدار ہوں اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے اُس نے جواب دیا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں اور ابھی تھوڑے دن گذرے ہیں کہ ایک مدقوق اور قریب الموت انسان مجھے دکھائی دیا اور اُس نے ظاہر کیا کہ میرا نام دین محمد ہے اور یہ میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ دین محمدی ہے جو مجسّم ہو کر نظر آیا ہے اور مَیں نے اُس کو تسلی دی کہ تو میرے ہاتھ سے شفا پا جائے گا علیٰ ہذا القیاس کبھی اعمال نیک یا بد بھی اشکال جسمانیہ میں نظر آجایا کرتے ہیں اور قبر میں اعمال کا متشکل ہو کر نظر آنا عام عقیدہ مُسلمانوں کا ہے اسی بنا پر آں حضرت صلعم خوابوں کی تعبیر میں اشخاص مرئیہ کے ناموں سے اشتقاق خیر یا شر کا کر لیا کرتے تھے۔

اب پھر ہم دمشقی حدیث کے بقیہ ترجمہ کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اس کو یعنی دجّال کو پاوے تو چاہیئے کہ اس کے سامنے سورہ کہف کی پہلی آیتیں پڑھے کہ اس میں اُس کے فتنہ سے امان ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اصحاب کہف کی طرح استقامت اختیار کرے کیونکہ ان آیتوں میں ان لوگوں کی استقامت کا ہی ذکر ہے جو ایک مشرک بادشاہ کے ظلم سے ڈر کر

ایک غار میں چھپ گئے تھے (اے میرے دوستو! اب تم بھی ان آیات کو پڑھا کرو کہ بہت سے دجال تمہارے سامنے ہیں۔)

ص۲۱۵ پھر فرمایا رسول نبی اُمّی نے فَدَاہُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ کہ دجّال اُس راہ سے نکلنے والا ہے کہ جو شام اور عراق کے درمیان واقعہ ہے اور دائیں بائیں فساد ڈال دیگا (یہ بھی ایک استعارہ ہے جیسا کہ مکاشفات میں عام طور پر استعارات وکنایات ہوا کرتے ہیں) پھر بعد اس کے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو تم نے اس وقت ثابت رہنا یعنی جیسے اصحاب الکہف ثابت قدم رہے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ یا رسول اللہ کس مدت تک دجّال دُنیا میں ٹھہریگا تو آپ نے فرمایا کہ چالیس دن لیکن شرح السنہ میں اسما بنت یزید سے روایت ہے کہ چالیس برس ٹھہریگا مگر درحقیقت ان روایات میں کسی قسم کا اختلاف یا تناقض نہیں سمجھنا چاہیے اور اس بات کا علم حوالہ بخدا کرنا چاہیے کہ ان چالیس دن یا چالیس برس سے کیا مراد ہے۔

اور مسلم کی حدیث کا بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ دجّال کا ایک دن برس کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر باقی دن معمولی دنوں کے موافق (یہ سب استعارات وکنایات ہیں) پھر راوی کہتا ہے کہ ہم نے عرض کی کہ کیا ان لمبے٭ دنوں میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں

ص۲۱۶ بلکہ نماز کے وقتوں کے مقدار پر اندازہ کر لیا کرنا (واضح ہو کہ یہ بیان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علی سبیل الاحتمال ہے یعنی آں حضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کشفی امر کو مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیدیا ہے ورنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں جو بخاری کے صفحہ ۱۵۵ میں درج ہے صاف طور تصریح فرما چکے ہیں کہ مکاشفات کی تعبیر کبھی تو ظاہر پر اور کبھی غیر ظاہر پر وقوع میں آجایا کرتی ہے اور درحقیقت یہی مذہب تمام انبیاء و اولیاء کا آج تک چلا آیا ہے سو یہ جواب جو نماز وں کا اندازہ کر لیا کرنا آپ نے فرمایا یہ سائل کے فہم اور استعداد اور رجوع خیال کے موافق برطبق کلّموا الناس علی

ص۲۱۷ قدر عقولھم کے دیا گیا ہے ورنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کشفی امر کو جب تک خدا تعالیٰ خاص طور پر ظاہر نہ کرے کبھی ظاہری معنوں تک محدود نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ صدہا احادیث میں یہ طریق اور عادت نبویہ مقدسہ ثابت ہو رہی ہے)۔

ص۲۱۶ ٭حاشیہ:۔ لمبے دنوں سے مراد تکلیف اور مصیبت کے دن بھی ہوتے ہیں بعض مصیبتیں ایسی دردناک ہوتی ہیں کہ ایک دن ایک برس کے برابر دکھائی دیتا ہے اور بعض مصیبتیں ایسی کہ ایک دن ایک مہینے کی مانند معلوم ہوتا ہے اور بعض مصیبتوں میں ایک دن ایک ہفتہ جیسا لمبا سمجھا جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ صبر پیدا ہو جانے سے وہی لمبے دن معمولی دن دکھائی دینے لگتے ہیں اور صبر کرنیوالوں کے لیے آخر وہ گھٹاتے جاتے ہیں غرض یہ ایک استعارہ ہے اس پر غور کرو

پھر راوی کہتا ہے کہ ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ دجال کسقدر جلد زمین پر چلے گا اور اس کے جلد چلنے کی کیفیت کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس مینہ کی طرح تیز چلے گا جس کے پیچھے ہوا ہو یعنی ایک دم میں ہزاروں کوس پھر جائے گا اور ایک قوم پر گزر کران کو اپنے دین کی طرف دعوت کریگا اور وہ اس پر ایمان لے آویں گے تب وہ بادل کو حکم کریگا تا اُن کے لیے مینہ برساوے اور زمین کو حکم کریگا تا ان کے لیے کھیتیاں اُگا دے (یہ سارے استعارات ہیں ہوشیار ہو دھوکا نہ کھانا) پھر فرمایا کہ ایسا ہو گا کہ وقت پر بارشیں ہونے کی وجہ سے جو مویشی صبح چرنے کے لیے جاویں گے وہ شام کو ایسے تازہ و توانا ہو کر آئیں گے کہ بوجہ فربہی کوہان ان کی دراز ہو جائیں گی اور پستان دُودھ سے بھر جائیں گے اور بباعث بہت سیر شکم ہونے کے کوکھیں کھچی ہوتی ہوں گی۔

ص ۲۱۸ پھر دجال ایک اور قوم کی طرف جائیگا اور اپنی الوہیت کی طرف اُن کو دعوت کریگا پھر وہ لوگ اُس کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے اور اس پر ایمان نہیں لاویں گے سو دجال اُن سے بارش کو روک لے گا اور زمین کو کھیتی نکالنے سے بند کر دیگا اور وہ قحط کی بلاؤں میں مبتلا ہو جائیں گے اور کھانے پینے کے لیے انکے پاس کچھ نہ رہے گا پھر دجال ایک ویرانہ پر گزریگا اور اُس کو کہیگا کہ اپنے خزانوں کو نکال تب فی الفور سب خزانے اس ویرانے سے نکل کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے اور ایسے اس کے پیچھے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اس بڑی مکھی کے پیچھے چلتی ہیں جو ان کی سردار ہوتی ہے پھر دجال ایک ایسے شخص کو بلائیگا جو اپنی جوانی میں بھرا ہوا ہو گا اور اس کو تلوار سے قتل کر دیگا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے تیر کی مار پر علیحدہ علیحدہ پھینک دیگا پھر اُس کی لاش کو بلائیگا تب وہ شخص زندہ ہو کر ایک روشن اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ اس کے سامنے آجائے گا اور اس کی الوہیت سے انکار کریگا سو دجال اسی قسم کی گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہو گا کہ ناگہاں مسیح بن مریم ظاہر ہو جائے گا اور ایک منارہ سفید کے پاس دمشق کے شرقی طرف اُترے گا مگر

ص ۲۱۹ ابن ماجہ کا قول ہے کہ وہ بیت المقدس میں اُتریگا اور بعض کہتے ہیں کہ نہ بیت المقدس اور نہ دمشق بلکہ مسلمانوں کے لشکر میں اُتریگا جہاں حضرت مہدی ہوں گے۔

اور پھر فرمایا کہ جس وقت وہ اُتریگا اُس وقت اس کی زرد پوشاک ہو گی یعنی زرد رنگ کے دو کپڑے اُس نے پہنے ہوئے ہوں گے (یہ اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صحت کی حالت اچھی نہیں ہو گی) اور دونوں ہتھیلی اس کی دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہو گی۔ مگر بخاری کی ایک دُوسری حدیث میں ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم کو بجائے دو فرشتوں کے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف

بقیہ ٭ حاشیہ ٭۔ کہ درحقیقت یہ لمبے دن ایسے ہیں جیسے آپ نے فرمایا تھا کہ میری بیویوں میں سے پہلے وہ فوت ہو گی جسکے ہاتھ لمبے ہیں۔ منہ

کرتے دیکھا۔ پس اس حدیث سے نہایت صفائی سے یہ بات کھلتی ہے کہ دمشقی حدیث میں جو دو فرشتے لکھے ہیں وہ دراصل وہی دو آدمی ہیں کہ دُوسری حدیث میں بیان کیے گئے ہیں اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھنے سے مطلب یہ ہے کہ وہ مسیح کے مددگار اور انصار ہو جائیں گے۔

اور پھر فرمایا کہ جس وقت مسیح اپنا سر جھکائے گا تو اس کے پسینہ کے قطرات مترشح ہوں گے اور جب اوپر کو اٹھائیگا تو بالوں سے قطرے پسینہ کے چاندی کے دانوں کی طرح گرینگے جیسے موتی ہوتے ہیں اور کسی کافر
صـ۲۲۰ کے لیے ممکن نہیں ہوگا کہ ان کے دم کی ہوا پاکر جیتا رہے بلکہ فی الفور مر جائیگا اور دم اُن کا اُن کی حدِ نظر تک پہنچیگا پھر حضرت ابن مریم دجّال کی تلاش میں لگیں گے اور لُد کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اُسکو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے تمت ترجمۃ الحدیث یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسمٰعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے اس جگہ حیرانی کا یہ مقام ہے کہ جو کچھ دجّال کے حالات وصفات اس حدیث میں لکھے گئے ہیں اور جس طرز سے اُس کے آنے کی خبر بتائی گئی ہے یہ بیان دُوسری حدیثوں کے بیان سے بالکل منافی اور مبائن اور مخالف پایا جاتا ہے کیونکہ صحیحین میں یہ حدیث بھی ہے وعن محمد بن المنکدر قال رایت جابر ابن عبد اللہ یحلف باللہ ان ابن الصیّاد الدجال قلت تحلف باللہ قال انی سمعت عمر یحلف علی ذلک عند النبی صلے اللہ علیہ وسلّم فلم ینکرہ النبی صلّے اللہ علیہ وسلّم متفق علیہ اور ایک دوسری حدیث یہ بھی ہے عن نافع قال کان ابن عمر یقول واللہ ما اشک ان المسیح الدّجال ابن صیاد رواہ ابو داؤد والبیہقی فی کتاب البعث والنشور۔

پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد بن منکدر تابعی سے روایت ہے کہ کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو دیکھا کہ خدائے تعالیٰ کی قسم کھاتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے اور محمد بن منکدر کہتا ہے کہ میں نے جابر کو کہا کہ کیا تو خدائے تعالےٰ کی قسم کھاتا ہے یعنی یہ امر تو ظنی ہے نہ یقینی۔ پھر قسم کیوں کھاتا ہے جابر نے کہا کہ مَیں نے عمر کو بحضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی بارہ میں قسم کھاتے سُنا یعنی عمر رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر کہا کرتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ پھر دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ کہتے تھے کہ مجھے قسم ہے اللہ کی کہ مَیں ابن صیّاد کے مسیح دجال ہونے میں شک نہیں کرتا۔ پھر ایک حدیث میں جو شرح السنۃ میں لکھی ہے یہ فقرہ درج ہے لم یزل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم مشفقا انه هو دجال یعنی ہمیشہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس خوف میں تھے کہ ابن صیاد دجال ہوگا یعنے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ہمیشہ گمان غالب یہی رہا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ اب جبکہ خاص صحیح بخاری
صـ۲۲۲ اور صحیح مسلم کے بیان سے ثابت ہوگیا ابن صیاد ہی دجال معہود ہے بلکہ صحابہ نے قسمیں کھا کر کہا کہ یہی دجال

معہود ہے تو کیا اس کے دجّال معہود ہونے میں کچھ شک رہ گیا ہے اب ابن صیاد کا حال سنیئے کہ اس کا انجام کیا ہوا سو یہ مُسلم کی حدیث سے واضح ہوتا ہے اور وہ یہ ہے وعن ابی سعید الخدری قال صحبت ابن صیاد الی مکۃ فقال لی ما لقیت من النّاس یزعمون انی الدّجال الست سمعت رسول اللّٰہ صلّے اللّٰہ علیہ وسلّم یقول انہ لا یولد لہ وقد ولد لی الیس قد قال وھو کافر وانا مسلم اولیس قد قال لا یدخل المدینۃ ولا مکۃ وقد اقبلت من المدینۃ وانا ارید مکۃ ٭ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ مَیں نے بہمراہی ابن صیاد کے بعزم مکہ سفر کیا۔ تب اُس سفر میں ابن صیاد نے مجھ کو کہا کہ لوگوں کی یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان باتوں سے مجھے بہت ایذا پہنچا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ دجال معہود مَیں ہی ہوں اور تم جانتے ہو کہ اصل
ص۲۲۳ حقیقت اس کے برخلاف ہے تو نے سُنا ہوگا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ دجال لاولد رہیگا اور مَیں صاحبِ اولاد ہوں اور نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال کافر ہوگا اور مَیں مسلمان ہوں اور فرمایا تھا کہ دجال مدینہ اور مکّہ میں داخل نہیں ہو سکے گا اور مَیں مدینہ سے تو آیا ہوں اور مکّہ کیطرف چلا جاتا ہوں۔

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کیسا عجیب معاملہ ہے کہ بعض صحابہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور صحیحین میں بروایت جابر لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے قسم کھانے پر کہ دجال معہود یہی شخص ہے خاموشی اختیار کر کے اپنی رائے ظاہر کر دی کہ درحقیقت دجال معہود ابن صیاد ہی تھا اور صحیح مسلم میں ابن صیاد کا مشرف باسلام ہونا اور صاحب اولاد ہونا اور مکہ اور مدینہ میں جانا بوضاحت تمام لکھا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ انہیں حدیثوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابن صیاد مدینہ منورہ میں فوت ہو گیا اور اس پر نماز پڑھی گئی۔ اب ہر یک منصف بنظر انصاف دیکھ سکتا ہے کہ جن کتابوں میں دجال کے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے اور حضرت عیسٰی کے ہاتھ سے مارے جانے کی خبر لکھی ہے انہیں کتابوں میں یہ بھی
ص۲۲۴ لکھا ہوا موجود ہے کہ دجال معہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو گیا تھا اور مشرف باسلام ہو کر فوت ہو گیا تھا اور اسکا مشرف باسلام ہونا بھی از روئے اس پیشگوئی کے ضروری تھا جو بخاری اور مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہ پیرایہ ایک خواب کے بیان ہو چکی ہے کیونکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو عالم رؤیا میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا تھا بہرحال جبکہ انہیں حدیثوں میں دجال معہود کا اس

٭ حاشیہ۔ ابن صیاد کا یہ بیان کہ لوگ مجھے دجال معہود سمجھتے ہیں صاف دلیل اس بات پر ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو دجال معہود سمجھتے تھے نہ کوئی اور دجال اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسی بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ منہ

طرح پر فیصلہ کیا گیا ہے تو پھر دوسری حدیثوں پر جو ان کی ضد واقع ہیں کیونکر اعتبار کیا جائے ہاں اگر علماء ان حدیثوں کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دُوسری صحاح سے موضوع ٹھہرا کر خارج کر دیں تو البتہ ان کے دعوے کے لیے ایک بنیاد پیدا ہو سکتی ہے ورنہ اذا تعارضا تساقطا پر عمل کر کے دونوں قسم کی حدیثوں کو ساقط از اعتبار کرنا چاہیے اور اس مقام میں زیادہ تر تعجب کی یہ جگہ ہے کہ امام مسلم صاحب تو یہ لکھتے ہیں کہ دجال معہود کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا ہوگا مگر یہ دجال تو انہیں کی حدیث کی رو سے مشرف باسلام ہو گیا پھر
صـ۲۲۵ مسلم صاحب لکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال معہود بادل کی طرح جس کے پیچھے ہوا ہوتی ہے مشرق مغرب میں پھر جائیگا مگر یہ دجال تو جب مکہ سے مدینہ کی طرف گیا تو ابی سعید سے کچھ زیادہ نہیں چل سکا جیسا کہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے ایسا ہی کسی نے اس کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا نہیں دیکھا اگر ابن صیاد کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا ہوتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کرنے سے کیوں منع کرتے اور کیوں فرماتے کہ ہمیں اس کے حال میں ابھی تک اشتباہ ہے اگر یہی دجال معہود ہے تو اس کا صاحب عیسٰی بن مریم ہے جو اسے قتل کریگا ہم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ تعجب تو یہ ہے کہ اگر ابن صیاد کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا نہیں تھا تو اس پر شک کرنے کی کیا وجہ تھی اور اگر لکھا ہوا تھا تو پھر اس کو دجال معہود یقین نہ کرنیکا کیا سبب تھا لیکن دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے کہ بالآخر اس پر یقین کیا گیا کہ یہی دجال معہود ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قسمیں کھا کر کہا ہمیں اب اس میں شک نہیں کہ یہی دجال معہود ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخر کار یقین کر لیا مگر یہ غور کرنیکا مقام ہے کہ اگر یہ
صـ۲۲۶ حدیث صحیح ہے کہ دجال کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا ہوگا تو پھر اوائل دنوں میں ابن صیاد کی نسبت خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں شک اور تردد میں رہے اور کیوں یہ فرمایا کہ شاید یہی دجال معہود ہو اور شاید کوئی اور ہو گمان کیا جاتا ہے کہ شاید اس وقت تک ک ف ر اس کی پیشانی پر نہیں ہوگا میں سخت متعجب اور حیران ہوں کہ اگر سچ مچ دجال معہود آخری زمانہ میں پیدا ہونا تھا یعنی اس زمانہ میں کہ جب مسیح بن مریم ہی آسمان سے اُتریں تو پھر قبل از وقت یہ شکوک اور شبہات پیدا ہی کیوں ہوئے اور زیادہ تر عجیب یہ کہ ابن صیاد نے کوئی ایسا کام بھی نہیں دکھایا کہ جو دجال معہود کی نشانیوں میں سے سمجھا جاتا یعنی یہ کہ بہشت اور دوزخ کا ساتھ ہونا اور خزانوں کا پیچھے پیچھے چلنا اور مردوں کا زندہ کرنا اور اپنے حکم سے مینہ کو برسانا اور کھیتوں کو اُگانا اور ستر باع کے گدھے پر سوار ہونا۔

اب بڑی مشکلات یہ درپیش آتی ہیں کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں جو دجال کو آخری زمانہ میں اُتار رہے ہیں تو یہ حدیثیں ان کی موضوع ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے اگر یہ متعارض و متناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتی صرف دوسری صحیحوں میں ہوتیں

۲۲۷ تو شاید ہم ان دونوں کتابوں کی زیادہ تر پاسخاطر کرکے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے مگر اب مشکل تو یہ آپڑی ہے کہ ان دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسموں کی حدیثیں موجود ہیں۔

اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح تب عقل خداداد ہم کو یہ طریق فیصلہ کا بتلاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں اُنہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے سو اس طریق فیصلہ کی رو سے یہ حدیثیں جو ابن صیاد کے حق میں وارد ہیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ابن صیاد اپنے اوائل ایام میں بیشک ایک دجال ہی تھا اور بعض شیاطین کے تعلق سے اس سے امور عجیبہ ظاہر ہوتے تھے جن سے اکثر لوگ فتنہ میں پڑتے تھے لیکن بعد اس کے خداداد ہدایت سے وہ مشرف باسلام ہوگیا اور شیطانی طریق سے نجات پاگیا اور جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے اسے دیکھا تھا ایسا ہی اس نے بھی طواف کرلیا اور اس کے معاملہ میں کوئی ایسا امر نہیں جو
۲۲۸ قانون قدرت اور عقل سے باہر ہو اور نہ اس کی تعریف میں ایسا غلو کیا گیا ہے جو شرک میں داخل ہو لیکن جب ہم ان دوسری حدیثوں کو دیکھتے ہیں جو دجال معہود کے ظاہر ہونے کا وقت اس دنیا کا آخری زمانہ بتلاتی ہیں تو وہ سراسر ایسے مضامین سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں کہ جو نہ عند العقل دُرست و صحیح ٹھہر سکتی ہیں اور عند الشرع اسلامی توحید کے موافق ہیں چنانچہ ہم نے قسم ثانی کے ظہور دجال کی نسبت ایک لمبی حدیث مسلم کی لکھ کر معہ اس کے ترجمہ کے ناظرین کے سامنے رکھ دی ہے ناظرین خود پڑھ کر سوچ سکتے ہیں کہ کہاں تک یہ اوصاف جو دجال معہود کی نسبت لکھے ہیں اور عقل اور شرع کے مخالف پڑے ہوتے ہیں۔ یہ بات بہت صاف اور روشن ہے کہ اگر ہم اس دمشقی حدیث کو اس کے ظاہری معنوں پر حمل کرکے اس کو صحیح اور فرمودہ خدا اور رسول مان لیں تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائے گی اور زمین و آسمان اس کا کہا مانیں گے اور خدائے تعالیٰ کی طرح فقط اس کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا جائے گا بارش کو کہے گا ہو تو ہو جائے گی بادلوں کو حکم دیگا کہ فلاں ملک کی طرف چلے جاؤ تو فی الفور
۲۲۹ چلے جائیں گے زمین کے بخارات اس کے حکم سے آسمان کی طرف اُٹھیں گے اور زمین گو کیسی ہی کلر و شور ہو فقط اس کے اشارہ سے عمدہ اور اوّل درجہ کی زراعت پیدا کرے گی۔ غرض جیسا کہ خدائے تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ اسی طرح وہ بھی کن فیکون سے سب کچھ کر دکھائیگا مارنا زندہ کرنا اس کے اختیار میں ہوگا۔ بہشت اور دوزخ اس کے ساتھ ہوں گے غرض زمین اور آسمان دونوں اس کی مٹھی میں آجائیں گے اور ایک عرصہ تک جو چالیس برس یا چالیس دن ہیں بخوبی خدائی کا کام چلائے گا اور الوہیت کے تمام اختیار و اقتدار اس سے ظاہر ہوں گے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ مضمون جو اس حدیث کے ظاہر لفظوں سے نکلتا ہے اُس موحدانہ تعلیم کے

موافق و مطابق ہے جو قرآن شریف ہمیں دیتا ہے۔ کیا صدہا آیات قرآنی ہمیشہ کے لیے یہ فیصلہ ناطق نہیں
سُناتیں کہ کسی زمانہ میں بھی خدائی کے اختیارات انسان ہالکتہ الذات باطلۃ الحقیقت کو حاصل نہیں ہو سکتے کیا یہ
مضمون اگر ظاہر پر حمل کیا جائے تو قرآنی توحید پر ایک سیاہ دھبّہ نہیں لگاتا؟ تعجب کہ ایک طرف ہمارے
صہ ۲۳۰ بھائی موحدین اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہم نے شرک سے بکلّی کنارہ کیا ہے اور دُوسرے لوگ مشرک اور
بدعتی اور ہم موحّد اور متبع سنّت ہیں اور ہر ایک کے آگے بکمال فخر اپنے اس موحّدانہ طریق کی ستائش اور تعریف
بھی کرتے ہیں پھر ایسے پُرشرک اعتقادات ان کے دلوں میں جمے ہوتے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا تمام
تخت و تاج سپُرد کر رکھا ہے اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اپنی عظمتوں اور قدرتوں میں خدائے تعالیٰ کے
برابر سمجھ لیا ہے۔ اولیاء کی کرامات سے مُنکر ہو بیٹھے مگر دجال کی کرامات کا کلمہ پڑھ رہے ہیں اگر ایک شخص
اُنہیں کہے کہ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ نے باراں برس کے بعد کشتی غرق ہوئی ہوئی زندہ آدمیوں سے
بھری ہوئی نکالی تھی۔ اور ایک دفعہ ملک الموت کی ٹانگ توڑ دی تھی اس غصہ سے کہ وہ بلا اجازت آپ کے
کسی مُرید کی رُوح نکال کرلے گیا تھا تو ان کراماتوں کو ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ ایسی مناجاتوں کے پڑھنے
والوں کو مشرک بنائیں گے۔ لیکن دجّال ملعون کی نسبت کھلے کھلے طور پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملک الموت کیا
تمام ملائک اور سارے فرشتے زمین و آسمان کے جو آفتاب اور ماہتاب اور بادلوں اور ہواؤں اور دریاؤں وغیرہ
صہ ۲۳۱ پر متوکل ہیں سب اس کے حکم کے تابع ہو جائیں گے اور بکمال اطاعت اس کے آگے سجدہ میں گریں گے
سوچنا چاہیے کہ یہ کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہا بھی ہے افسوس کہ ان لوگوں کے دلوں پر کیسے پردے پڑ گئے کہ انہوں
نے استعارات کو حقیقت پر حمل کر کے ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے اور باوجود قرائن قویہ کے ان استعارات
کو قبول کرنا نہ چاہا جن کی حمایت میں قرآن کریم شمشیر برہنہ توحید کی لیکر کھڑا ہے۔

افسوس کہ اکثر خشک ملاؤں کی پیروی کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایسے مضامین کو ظاہر پر حمل کرنے سے
کیا کیا خرابیاں پھیلیں گی۔ وہ رسول کریم (مادر و پدرم فدائے او باد) جس نے ہمیں لا الٰہ الا اللہ سکھلا کر تمام غیر اللہ
کی طاقتیں ہمارے پیروں کے نیچے رکھ دیں اور ایک زبردست معبود کا دامن پکڑ کر ہماری نظر میں ماسوا کا قدر
ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی کمتر کر دیا کیا وہ مقدس نبی ہمارے ڈرانے کو آخری زمانہ کے لیے یہ ھوّا
چھوڑ گیا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ وہ موحدوں کا بادشاہ جس نے ہمارے رگ و ریشہ میں ہمیشہ کے لیے یہ دھنسا
دیا کہ الٰہی طاقتیں کسی مخلوق میں آ ہی نہیں سکتیں کیا وہ اپنی متواتر تعلیموں کے برخلاف ہمیں ایسا سبق دینے لگا۔
صہ ۲۳۲ سو اے بھائیو یقیناً سمجھو کہ اس حدیث اور ایسا ہی اس کی امثال کے ظاہری معنے ہرگز مراد نہیں ہیں اور
قرائن قویہ ایک شمشیر برہنہ لیکر اس کوچہ کی طرف جانے سے روک رہے ہیں بلکہ یہ تمام حدیثاں مکاشفات
کے قسم میں سے ہے جن کا لفظ لفظ تعبیر کے لائق ہوتا ہے جیسا کہ میں ایک دُوسری مسلم کی حدیث لکھ کر ابھی ثابت

کر آیا ہوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اقرار اس بات کا فرماتے ہیں کہ یہ سب بیانات میرے مکاشفات میں سے ہیں۔ اور اس دمشقی حدیث میں بھی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے **کانی** کا لفظ موجود ہے وہ بھی باآواز بلند پکار رہا ہے کہ یہ سب باتیں عالم رویا اور کشف میں سے ہیں جن کی مناسب طور پر تاویل ہونی چاہیے چنانچہ ملا علی قاری نے بھی یہی لکھا ہے اور خدائے تعالیٰ کا قانون قدرت جو موافق آیت کریمہ **خلق الانسان ضعیفا** انسان کی کمزوری پر شاہد ناطق ہے کسی آدم زاد کے لیے ایسی قوت و طاقت تسلیم نہیں کرتا کہ وہ ہوا کی طرح ایک دم میں مشارق و مغارب کا سیر کر سکے اور آسمان کے سب اجرام اور زمین کے صـــ۲۳۳ سب ذرات اُس کے تابع ہوں تعجب کہ جب خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مضمون اس حدیث کا از قبیل کشوف و رویا صالحہ ہے یعنی قابل تعبیر ہے تو پھر کیوں خواہ نخواہ اس کے ظاہر معنوں پر زور ڈالا جاتا ہے اور کیوں خوابوں کی طرح اس کی تعبیر نہیں کی جاتی یا کشوف متشابہ کی طرح اس کی حقیقت حوالہ بخدا نہیں کی جاتی ذکریا کی کتاب کو دیکھو جو ملاکی سے پہلے ہے کہ کس قدر اس میں اسی قسم کے مکاشفات لکھے ہیں مگر کوئی دانشمند ان کو ظاہر پر حمل نہیں کرتا ایسا ہی حضرت یعقوب کا خدائے تعالیٰ سے کشتی کرنا جو توریت میں لکھا ہے کوئی عقلمند اس کشف کو حقیقی معنی پر حمل نہیں کر سکتا۔

سو اے بھائیو مَیں محض نصیحتاً للہ پوری ہمدردی کے جوش سے جو مجھے آپ سے اور اپنے پیارے دین اسلام سے ہے آپ لوگوں کو سمجھاتا ہوں کہ آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں اور سخت غلطی کر رہے ہیں کہ محض تحکم کیوجہ سے مکاشفات نبویہ کو صرف ظاہری الفاظ پر محدود خیال کر بیٹھے ہیں یقیناً سمجھو کہ ان باتوں کو حقیقت پر حمل کرنا گویا اپنی ایمانی عمارت کی اینٹیں اُکھیڑنا ہے مَیں متعجب ہوں کہ اگر آپ استعارات کو قبول نہیں کر سکتے تو کیوں صـــ۲۳۴ ان امور برتر از فہم کی تفسیر کو حوالہ بخدا نہیں کرتے اس میں آپ کا یا آپ کے دینی جوش کا کیا حرج ہے کس نے آپ پر زور ڈالا ہے یا کب اور کس وقت آپ کو رسول کریم کی طرف سے ایسی تاکید کی گئی ہے کہ ضرور ایسے الفاظ کو حقیقت پر ہی حمل کرو۔

آپ صاحبوں کا یہ عُذر کہ اس پر اجماع سلف صالح ہے یہ ایک عجیب عُذر ہے جس کے پیش کرنے کے وقت آپ صاحبوں نے نہیں سوچا کہ اگر فرض کے طور پر اجماع بھی ہو جو کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا پھر بھی ظاہری الفاظ پر اجماع ہوگا نہ یہ کہ فرد فرد نے حلف اُٹھا کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ سے جو ظاہری معنی نکلتے ہیں درحقیقت وہی مُراد ہیں ان بزرگوں نے تو ان احادیث کو امانت کے طور پر پہنچا دیا اور ان کی اصل حقیقت کو حوالہ بخدا کرتے رہے اجماع کی تہمت ان بزرگوں پر کس قدر بے اصل تہمت ہے جسکا کوئی ثبوت نہیں دے سکتا۔ مَیں کہتا ہوں کہ اجماع تو ایک طرف اسی قسم کی حدیثیں بھی عام طور پر صحابہ میں نہیں پھیلی تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہوتا کہ دجال معہود آخری زمانہ میں نکلے گا۔ اور حضرت

ص۲۲۵ مسیح اُس کو قتل کریں گے تو پھر حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کیوں قسم کھا کر کہتے کہ دجال معہود جو آنیوالا تھا وہ یہی ابن صیاد ہے جو آخر مشرف باسلام ہو کر مدینہ منورہ مین فوت ہوگیا۔ بھائیو! یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں لکھی ہے اور ابو داؤد اور بیہقی میں بھی نافع کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ مجھے اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ مسیح دجال یہی ابن صیاد ہے۔ بھلا اس موخر الذکر حدیث کو جانے دو کیونکہ یہ ایک صحابی ہیں ممکن ہے کہ انہوں نے غلطی کی ہو لیکن اس حدیث کی نسبت کیا عذر پیش کرو گے جس کو ابھی مَیں ذکر کر چکا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود جناب رسالتمآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قسم کھا کر کہا تھا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چپ رہنے اور انکار نہ کرنے کی وجہ سے اس قسم پر مُہر لگا دی اور حضرت عمر کے خیال سے اپنا اتفاق رائے کر دیا۔

ص۲۲۶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے یہانتک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ دُوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی اُمتوں میں محدّث ہوتے رہے ہیں اگر اس اُمت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمر ہے۔ اب سوچو اور خیال کرو کہ نواس بن سمعان کو پایہ عالیہ عمر سے کیا مناسبت ہے۔ جو فہم قرآن اور حدیث کا حضرت عمر کو دیا گیا تھا اس سے نواس کو کیا نسبت ہے ماسوا اس کے یہ حدیث متفق علیہ ہے جو بخاری اور مسلم دونوں نے لکھی ہے۔ اور نواس کی دمشقی حدیث جس میں دجّال کی تعریفیں خلاف عقل و خلاف توحید درج ہیں صرف مسلم میں لکھی گئی ہے ماسوائے اس کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قسم کھانا اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کچھ انکار نہ کرنا اس بات کا فیصلہ دیتا ہے کہ ضرور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اور نیز صحابہ کرام کی نگاہ میں دجال معہود ابن صیاد ہی تھا اور حدیث شرح السنہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ اور مدت العمر آں حضرت

ص۲۲۷ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت پر اسی بات سے ہراساں تھے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے۔ اب جبکہ ابن صیاد کا دجال معہود ہونا ایسے قطعی اور یقینی طور سے ثابت ہوگیا کہ اُس میں کسی طور کے شک و شبہ کو راہ نہیں تو اسجگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ دجال خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو کر اور مشرف باسلام ہو کر آخر مدینہ میں فوت بھی ہوگیا تو حضرت مسیح کے ہاتھ سے جن کے آنے کی علت غائی دجّال کا مارنا ظاہر کیا جاتا ہے کون قتل کیا جائیگا کیونکہ دجّال تو موجود ہی نہیں جنکو وہ قتل کریں اور یہی ایک خدمت تھی جو اُن کے سپرد کی گئی تھی۔ اس سوال کا جواب ہم بجز اس صورت کے اور کسی طور سے دے نہیں سکتے کہ آخری زمانہ میں دجّال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔ اب ماحصل کلام یہ ہے کہ وہ دمشقی حدیث جو امام مُسلم نے

پیش کی ہے خود مسلم کی دُوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکا کھایا ہے۔ یہ فرض صاحبِ مسلم کے سر پر تھا کہ وہ اپنی ذکر کردہ حدیث کا تعارض اپنی قلم سے رفع کرتے مگر اُنہوں نے جو ایسے تعارض کا ذکر تک نہیں کیا تو اس سے یہ معلوم ہوتا
صـ۲۳۸ ہے کہ وہ محمد بن المنکدر کی حدیث کو نہایت قطعی اور یقینی اور صاف اور صریح سمجھتے تھے اور نواس بن سمعان کو از قبیل استعارات و کنایات خیال کرتے تھے اور اس کی حقیقت حوالہ بخدا کرتے تھے۔

غرض اے بھائیو ان حدیثوں پر نظر ڈال کر ہر یک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ کبھی صدر اوّل کے لوگوں نے دجّال معہود کے بارے میں ہرگز اس بات پر اتفاق نہیں کیا کہ وہ آخری زمانہ میں آئیگا اور مسیح ابن مریم ظہور فرما کر اسکو قتل کریگا بلکہ وہ تو ابن صیاد کو ہی دجّال معہود سمجھتے رہے ۔۔۔ اور یہ بات خود ظاہر ہے کہ جب انہوں نے ابن صیاد کو دجّال معہود یقین کیا اور پھر یہ بھی اپنی زندگی میں دیکھ لیا کہ وہ مشرف باسلام ہوگیا اور پھر یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ مدینہ منوّرہ میں فوت بھی ہوگیا اور مسلمانوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی پھر ایسی صورت میں اُن بزرگوں کا اس بات پر کیونکر ایمان یا اعتقاد ہو سکتا تھا کہ مسیح ابن مریم آخری زمانہ میں دجّال معہود کے قتل کرنے کے لیے آسمان سے اُتریں گے کیونکہ وہ بزرگوار لوگ تو پہلے ہی دجّال معہود کا فوت ہو جانا تسلیم کر چکے تھے پھر اس اعتقاد کے ساتھ یہ دوسرا اعتقاد کیونکر
صـ۲۳۹ جوڑ کھا سکتا ہے کہ ان کو مسیح ابن مریم کے آسمان سے اُترنے اور دجّال معہود کے قتل کرنے کی انتظار لگی ہوئی تھی یہ تو صریح اجتماع ضدّین ہے اور کوئی دانشمند اور قائم الحواس آدمی ایسے دو متضاد اعتقاد ہرگز نہیں رکھ سکتا اب سوچنا چاہیے کہ یہ بیان کہ صحابہ کرام کا دجّال معہود اور مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں ظہور فرمانے کا ایک اجماعی اعتقاد تھا کس قدر ان بزرگوں پر تہمت ہے۔

پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ ہر یک نبی اپنی قوم کو دجّال کے نکلنے سے ڈراتا آیا ہے اور مَیں بھی تم سب کو ڈراتا ہوں کہ دجّال آخری زمانہ میں نکلے گا تو چاہیے تھا کہ اس نصیحت اور تبلیغ کو تمام صحابہ اپنے نفس پر ایک واجب التبلیغ سمجھ کر تابعین تک پہنچاتے اور آج ہزارہا صحابہ کی روایتوں سے یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہوتی حالانکہ بجز نواس بن سمعان اور ایک دو اور آدمیوں کے کسی نے اس حدیث کی روایت نہیں کی بلکہ نواس بن سمعان اپنی تمام روایت میں منفرد ہے۔
صـ۲۴۰ اب سوچو کہ ایک طرف تو یہ تبلایا جاتا ہے کہ اس حدیث کے بارہ میں عام طور پر تمام صحابہ کو تاکید ہوئی تھی کہ تم نے اس مضمون کو تابعین تک پہنچا دینا اور دُوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو بجز دو ایک آدمیوں کے کوئی پہنچانے والا نظر نہیں آتا اس صورت میں جس قدر ضعف اس حدیث میں پایا جاتا ہے وہ محققین کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پھر تواتر کا دعویٰ کرنا اگر پرلے درجے کا تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔

اب اے لوگو خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور صحابہ اور تابعین پر تہمت مت لگاؤ کہ ان سب کو اس مسئلہ پر اجماع

تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے اُتریں گے اور دجال یک چشم خدائی کے کرشمے دکھانے والے کو قتل کریں گے ان بزرگوں کو تو اس اعتقاد کی خبر بھی نہیں تھی اگر اُنہیں خبر ہوتی اور جیسا کہ بعض حدیثوں میں لکھا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں وصیت فرمائی ہوتی تو کیا ممکن تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس واجب التبلیغ امر کو تابعین تک نہ پہنچاتے اور پھر تابعین تبع تابعین کو اس کی خبر نہ کرتے صاف ظاہر ہے کہ آں حضرت صلے اللہ صد۲۴۴ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل نہ کرنا سخت معصیت میں داخل ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ ایسا معصیت کا کام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سرزد ہوتا پس صاف ظاہر ہے کہ اس تبلیغ کے بارہ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی تاکید نہیں ہوتی اور نہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اس کو تابعین تک پہنچانے کے لیے اپنے مجموعی جوش سے متوجہ ہوتے اور یہانتک مضمون اس حدیث کا نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارہ میں منارہ کے پاس اُتریگا اور جتنے خدائے تعالےٰ سے کام دُنیا میں ہو رہے ہیں وہ سب دجّال دکھا دیگا۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ اس حدیث کے مضمون پر اجماع کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک اسی پر اتفاق اکابر اسلام رہا ہے کس قدر افترا ہے بلکہ یہ حدیث تو ان متواتر حدیثوں سے ہی کالعدم ہو جاتی ہے جن میں بروایت ثقات صحابہ دجّال کی نسبت یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ وہ درحقیقت ابن صیاد ہی تھا جو یزید پلید کے عہدِ سلطنت میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گیا اور اس کی جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔

صد۲۴۵ یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن شریف تو بآواز بلند مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہا ہے اور احادیث صحیحہ مُسلم و بخاری باتفاق ظاہر کر رہی ہیں کہ دراصل ابن صیاد ہی دجّال معہود تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ صحابی رُوبرو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا ئےتعالےٰ صد۲۴۶ کی قسم کھا رہے ہیں کہ درحقیقت دجّال معہود ابن صیاد ہی ہے اور خود آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ درحقیقت ابن صیاد ہی دجّال معہود ہے جو انجام کار مُسلمان ہو گیا اور اسلام کی حالت

یں ہی مدینہ میں مرا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا مگر پھر بھی ہمارے
مُسلمان بھائی اپنی ضد سے باز نہیں آتے بھائیو!!! اس بحث کی دو ٹانگیں
تھیں (۱) ایک تو مسیح بن مریم کا آخری زمانہ میں جسم خاکی کے ساتھ آسمان
سے اُترنا سو اس ٹانگ کو تو قرآن شریف اور نیز بعض احادیث نے
بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے کی خبر دیکر توڑ دیا۔
(۲) دُوسری ٹانگ دجّال معہود کا آخری زمانہ میں ظاہر ہونا تھا سو اُس
ص۲۴۵ ٹانگ کو صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی متفق علیہ حدیثوں نے جو صحابہ کبار
کی روایت سے ہیں دو ٹکڑے کر دیا۔ اور ابن صیاد کو دجّال معہود ٹھہرا کر آخر
مُسلمانوں کی جماعت میں داخل کر کے مار بھی دیا۔ اب جبکہ اس بحث کی
دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں تو پھر اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مُردہ جس کے
ص۲۴۶ دونوں پیر نہیں کیوں اور کس کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے؟

اتقوا اللہ! اتقوا اللہ! اتقوا اللہ

اور مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے کے بارہ میں ہمارے پاس اس قدر یقینی اور قطعی ثبوت ہیں کہ انکے
مفصّل لکھنے کے لیے اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ پہلے قرآن شریف پر نظرِ غور ڈالو اور ذرا آنکھ کھول کر
دیکھو کہ کیونکر وہ صاف اور بیّن طور پر عیسٰی بن مریم کے مرجانے کی خبر دے رہا ہے جس کی ہم کوئی بھی تاویل
نہیں کر سکتے مثلاً یہ جو خدائے تعالٰے قرآن کریم میں حضرت عیسٰی کی طرف سے فرماتا ہے فلما توفیتنی کنت
انت الرقیب علیھم کیا ہم اس جگہ توفّی سے نیند مراد لے سکتے ہیں؟ کیا یہ معنے اس جگہ موزوں ہوں
گے کہ جب تو نے مجھے سُلا دیا اور میرے پر نیند غالب کر دی تو میرے سونے کے بعد تو ان کا نگہبان تھا

ہرگز نہیں بلکہ توفی کے سیدھے اور صاف معنے جو موت ہے وہی اس جگہ چسپاں ہیں لیکن موت سے مُراد وہ موت نہیں جو آسمان سے اُترنے کے بعد پھر وارد ہو کیونکہ جو سوال اُن سے کیا گیا یعنی ان کی اُمت کا بگڑ جانا اس
ص۲۴۷ وقت کی موت سے اس سوال کا کچھ علاقہ نہیں۔ کیا نصاریٰ اب صراط مستقیم پر ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ جس امر کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم سے سوال کیا ہے وہ امر تو خود آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ہی کمال کو پہنچ چکا ہے۔

ماسوا اس کے حدیث کی رُو سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہو جانا ثابت ہے چنانچہ تفسیر معالم کے صفحہ ۱۶۲ میں زیر تفسیر آیت یا عیسےٰ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ لکھا ہے کہ علی بن طلحہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اِنِّی مُمِیْتُکَ یعنی میں تجھ کو مارنے والا ہوں اس پر دوسرے اقوال اللہ تعالےٰ کے دلالت کرتے ہیں قل یتوفٰکم ملک الموت۔ الّذین یتوفّٰھم الملٰئکۃ۔ طیّبین الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسہم غرض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسےٰ فوت ہو چکے ہیں اور ناظرین پر واضح ہو گا کہ حضرت ابن عباس قرآن کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا بھی ہے۔

ص۲۴۸ پھر اسی معالم میں لکھا ہے کہ وہب سے یہ روایت ہے کہ حضرت عیسےٰ تین گھنٹہ کے لیے مر گئے تھے اور محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ سات گھنٹہ تک مرے رہے مگر مؤلف رسالہ ہٰذا کو تعجب ہے کہ محمد بن اسحٰق نے سات گھنٹہ تک مرنے کی نصاریٰ کی کن کتابوں سے روایت لی ہے کیونکہ تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عیسےٰ انجیلوں میں اپنی تین دن کی موت کا اقرار بھی کرتے ہیں بہر حال موت ان کی ثابت ہے اور ماسوا ان دلائل متذکرہ کے یہود و نصاریٰ کا بالاتفاق ان کی موت پر اجماع ہے اور تاریخی ثبوت بتواتر ان کے مرنے پر شاہد ہے۔ اور پہلی کتابوں میں بھی بطور پیشگوئی ان کے مرنے کی خبر دی گئی تھی۔

اب یہ گمان کہ مرنے کے بعد پھر ان کی رُوح اُسی جسم خاکی میں داخل ہو گئی اور وہ جسم زندہ ہو کر آسمان کی
ص۲۴۹ طرف اُٹھایا گیا یہ سراسر غلط گمان ہے یہ بات بالاتفاق جمیع کتب الٰہیہ ثابت ہے کہ انبیا و اولیا مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں یعنی ایک قسم کی زندگی انہیں عطا کی جاتی ہے جو دُوسروں کو نہیں عطا کی جاتی اسی طرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ مجھے قبر

لہ حاشیہ:۔ قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک جس جس جگہ توفّی کا لفظ آیا ہے اُن تمام مقامات میں توفّی کے معنے موت ہی لیے گئے ہیں۔ منہ۔

صنـ۲۵ میں میت رہنے دیگا ٭ اور زندہ کر کے اپنی طرف اُٹھائے گا اور زبور نمبر ۱۶ میں بھی حضرت داؤد علیہ السلام بوحی الٰہی یہ فرماتے ہیں کہ تو میری جان کو قبر میں رہنے نہیں دیگا اور تو اپنے قدوس کو سڑنے نہیں دیگا یعنی بلکہ صنـ۲۵ تو مجھے زندہ کرے گا اور اپنی طرف اُٹھالے گا۔ اسی طرح شہداء کے حق میں بھی قرآن کریم فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

صنـ۲۵ یعنی جو لوگ خدائے تعالےٰ کی راہ میں قتل کیے گئے تم اُن کو مُردے نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور انہیں اپنے ربّ کی طرف سے رزق مل رہا ہے۔

ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ سو برس کے عرصہ سے کوئی شخص زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا اسی بناء پر اکثر علماء وفقراء اسی طرف گئے ہیں کہ خضر بھی فوت ہو گیا کیونکہ مخبر صادق کی کلام

٭ حاشیہ:- اصل ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ میری عزت خدائے تعالیٰ کی جناب میں اس سے زیادہ ہے کہ مجھے چالیس دن تک قبر میں رکھے یعنی میں اس مدت کے اندر زندہ ہو کر آسمان کی طرف اُٹھایا جاؤں گا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں زندہ ہو جانے اور پھر آسمان کی طرف اٹھائے جانے کی نسبت مسیح کے اُٹھائے جانے میں کون سی زیادتی ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی حیات حضرت موسیٰ کی حیات سے بھی درجہ میں کمتر ہے۔ اور اعتقاد صحیح جس پر اتفاق سلف صالح کا ہے اور نیز معراج کی حدیث بھی اس کی شاہد ناطق ہے یہی ہے کہ انبیاء بحیات جسمی مشابہ بحیات جسمی دنیاوی زندہ ہیں اور شہدا کی نسبت انکی زندگی صنـ۲۵ اکمل واقوی ہے اور سب سے زیادہ اکمل واقوی واشرف زندگی ہمارے سید و مولیٰ فداہٗ نفسی وابی امی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے حضرت مسیح تو صرف دُوسرے آسمان میں اپنے خالہ زاد بھائی اور نیز اپنے مرشد حضرت یحیٰے کے ساتھ مقیم ہیں لیکن ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ مرتبہ آسمان میں جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں تشریف فرما ہیں عند سدرۃ المنتہیٰ بالرفیق الاعلیٰ اور اُمّت کے سلام وصلوات برابر آنحضرت کے حضور میں پہنچائے جاتے ہیں۔ اللّٰھم صلِ علےٰ سیّدنا محمّدٍ وعلےٰ آل سیّدنا محمّدٍ اکثر مما صلیت علےٰ احدٍ من انبیائك وبارك وسلّم اور یہ خیال کہ انبیاء زندہ ہو کر قبر میں رہتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ ہاں قبر سے ایک قسم کا تعلق ان کا باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کشفی طور پر اپنی اپنی قبروں میں نظر آتے ہیں مگر یہ نہیں کہ وہ صنـ۲۵ قبروں میں ہوتے ہیں بلکہ وہ تو ملائک کی طرح آسمان میں جو بہشت کی زمین ہے اپنے اپنے مرتبہ کے

ہیں کذب جائز نہیں مگر افسوس کہ ہمارے علماء نے اس قیامت سے بھی مسیح کو باہر رکھ لیا تعجب کہ اور بنی اسرائیل کے انبیاء کی نسبت مسیح کو کیوں زیادہ عظمت دی جاتی ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارے بھائی مسلمان
۲۵۵ کسی ایسے زمانہ سے کہ جب سے بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوتے ہوں گے اور کچھ کچھ حضرت مسیح کی نسبت اپنے مشرکانہ خیالات ساتھ لاتے ہوں گے اس بیجا عظمتِ دینی کے عادی ہو گئے ہیں جس کو قرآن شریف تسلیم نہیں کرتا اس لیے خاص طور پر مسیح کی تعریف کے بارے میں ان میں حد موزوں سے زیادہ غلو پایا جاتا ہے انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ کتاب براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور اور کسی کو علماء میں سے اس بات پر ذرہ رنج دل میں نہیں گذرا اور پھر مثیل نوح قرار دیا اور کوئی رنجیدہ نہیں ہوا اور پھر مثیل یوسف علیہ السلام قرار دیا اور کسی مولوی صاحب کو اس سے غصہ نہیں آیا۔ اور پھر مثیل حضرتِ داؤد بیان فرمایا اور کوئی علماء میں سے رنجیدہ خاطر نہیں ہوا اور پھر مثیل موسیٰ کر کے بھی اس عاجز کو پکارا تو کوئی فقیہوں اور محدثوں میں سے مشتعل نہیں ہوا۔ یہانتک کہ پھر اللہ تعالےٰ نے اس عاجز کو مثیل ابراہیم بھی کہا تو کسی شخص نے ایک ذرہ بھی غیض و غضب ظاہر نہیں کیا اور پھر آخر مثیل ٹھہرانے کی یہانتک نوبت
۲۵۶ پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سیّد الانبیاءؐ و امام الاصفیاء حضرت مقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا تو کوئی ہمارے مفسروں اور محدثوں میں سے جوش و خروش میں نہیں آیا۔ اور جب خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ کر کے پکارا تو سب کے شدت طیش اور غضب کی وجہ سے چہرے سُرخ ہو گئے اور سخت درجہ کا اشتعال پیدا ہو کر کسی نے اس عاجز کو کافر ٹھہرا دیا اور کسی نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا۔ جیساکہ **مولوی عبد الرحمٰن صاحب خلف مولوی محمد لکھو والہ** نے **اس عاجز کا نام ملحد رکھا اور جابجا یہ بھی ذکر کیا کہ یہ شخص بہت خراب آدمی ہے** چنانچہ ایک شخص عبد القادر نام شرقپور ضلع لاہور کے رہنے والے کے پاس بھی یہی ذکر کیا کہ یہ شخص ملحد اور بدمذہب اور خراب

بقیہ حاشیہ:۔ موافق مقام رکھتے ہیں۔ اور بیداری میں پاک دل لوگوں سے کبھی کبھی زمین پر آکر ملاقات بھی کر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر اولیاء سے عین بیداری کی حالت میں ملاقات کرنا کتابوں میں بھرا پڑا ہے اور مؤلف رسالہ ہذا بھی کئی دفعہ اس شرف سے مشرف ہو چکا ہے والحمد للہ علیٰ ذٰلک اور حدیث نبوی کا یہ فقرہ کہ میں چالیس دن تک قبر میں نہیں رہ سکتا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اوّل چند روز گو کیسا ہی مقدس آدمی ہو قبر سے اور اس عالم خاکی سے ایک بڑھا ہوا تعلق رکھتا ہے کوئی دینی خدمات کی زیادہ پیاس کی وجہ سے اور کوئی
۲۵۲ اور اور وجوہ سے اور پھر وہ تعلق ایسا کم ہو جاتا ہے کہ گویا وہ صاحب قبر قبر میں سے نکل جاتا ہے ورنہ رُوح تو مرنے کے بعد اسی وقت بلا توقف آسمان پر اپنے نفسی نقطہ پر جا ٹھہرتی ہے۔ منہ

اور ملاقات کے لائق نہیں علاوہ اس کے ان لوگوں نے اشتعال کی حالت میں اسی پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی چاہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اس بارہ میں کوئی شہادت ملے تو بہت خوب ہو چنانچہ انہوں نے غصّہ
۲۵۵ بھرے دل کے ساتھ استخارے کیے اور چونکہ قدیم سے قانون قدرت خدائے تعالیٰ کا یہی ہے کہ جو شخص نفسانی تمنا سے کسی امر غیب کا منکشف ہونا چاہتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں ضرور دخل دیتا ہے بجز انبیاء اور محدثین کے کہ ان کی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کی جاتی ہے پس اسی وجہ سے حضرت عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے رفیق نیت میاں عبدالحق غزنوی کے استخارہ پر وہ بئس القرین ترت حاضر ہوگیا اور ان کی زبان پر جاری کرا دیا کہ وہ شخص یعنی یہ عاجز جہنمی ہے اور ملحد ہے اور ایسا کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا میں پوچھتا ہوں کہ کیا علماء کے لیے عندالشرع یہ جائز ہے کہ کسی ایسے مسئلہ میں جو خیرالقرون کے لوگ ہی اس پر اتفاق نہ رکھتے ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ثابت نہ ہو ایک ایسے ملہم کی نسبت جو بعض احادیث اور قرآن کریم امکانی طور پر اس کے صدق پر شاہد ہوں تکفیر کا فتویٰ لگا دیں یہ بات سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ مثیل موعود ہونے کے بارے میں اس عاجز کا الہام حدیث اور قرآن کے ہرگز مخالف نہیں اور کتب حدیث کو مہمل اور بیکار نہیں کرتا بلکہ مصدق اور ان کی سچائی کو ظاہر کرنے والا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ فرقان کریم
۲۵۶ مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہا ہے اور دجّال معہود کا مرجانا خود صحیح مسلم کی بعض حدیثیں ثابت کر رہی ہیں پھر قرآن اور بعض حدیث میں تطبیق کرنے کے لیے بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ابن مریم کے اُترنے سے اس کے مثیل یا کئی مثیلوں کا اُترنا مُراد لیا جاوے پھر جبکہ الہام بھی اسی راہ کی طرف رہنمائی کرے تو کیا وہ حدیث اور قرآن کے موافق ہوا یا مخالف؟

اب رہا یہ امر کہ کسی نبی کا اپنے تئیں مثیل ٹھہرانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں پس واضح ہو کہ درحقیقت اگر غور کر کے دیکھو تو جس قدر انبیاء دنیا میں بھیجے گئے ہیں وہ اسی غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ تا لوگ ان کے مثیل بننے کے لیے کوشش کریں اگر ہم ان کی پیروی کرنے سے ان کی مثیل نہیں بن سکتے بلکہ ایسے خیال سے انسان کافر و ملحد ہو جاتا ہے تو اس صورت میں انبیاء کا آنا عبث اور ہمارا ان پر ایمان لانا بھی عبث ہے قرآن شریف صاف یہی ہدایت فرماتا ہے اور ہمیں سورۃ فاتحہ ام الکتاب میں مثیل بن جانے کی امید دیتا ہے اور ہمیں تاکید فرماتا ہے کہ پنج وقت تم میرے حضور میں کھڑے ہو کر اپنی نماز میں مجھ سے یہ دُعا مانگو۔ کہ
۲۵۷ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یعنی اے میرے خداوند رحمٰن و رحیم ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ ہم آدم صفی اللہ کے مثیل ہو جائیں۔ شیث نبی اللہ کے مثیل بن جائیں۔ حضرت نوح آدم ثانی کے مثیل ہو جائیں۔ ابراہیم خلیل اللہ کے مثیل ہو جائیں موسیٰ کلیم اللہ کے مثیل ہو جائیں۔

عیسیٰ روح اللہ کے مثیل ہو جائیں۔ اور جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ حبیب اللہ کے مثیل ہو جائیں اور دنیا کے ہر ایک صدیق و شہید کے مثیل ہو جائیں۔ اب ہمارے علماء جو مثیل ہونے کے دعوے کو کفر و الحاد خیال کرتے ہیں اور جس شخص کو الہام الٰہی کے ذریعہ سے اس ممکن الحصول مرتبہ کی بشارت دی جاوے اس کو ملحد اور کافر اور جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ ذرا سوچ کر بتلاویں کہ اگر اس آیت کریمہ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ جو میں نے بیان کیے ہیں تو اور کیا معنے ہیں اور اگر معنے صحیح نہیں ہیں تو پھر اللہ جلّ شانہٗ کیوں فرماتا ہے کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ
صـ۲۵۸ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی ان کو کہدو کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے اور تمہیں اپنا محبوب بنا لیوے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ جس وقت انسان ایک محبوب کی پیروی سے خود بھی محبوب بن گیا تو کیا اس محبوب کا مثیل ہی ہو گیا یا ابھی غیر مثیل رہا۔ افسوس! ہمارے پُرکینہ مخالف ذرہ نہیں سوچتے کہ طالب مولیٰ کے لیے یہی تو عمدہ اور اعلیٰ خواہش ہے جو اس کو مجاہدات کی طرف رغبت دیتی ہے اور یہی تو ایک زور آور انجن ہے جو تقویٰ اور طہارت اور اخلاص اور صدق اور صفا اور استقامت کے مراتب عالیہ کی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے اور یہی تو وہ پیاس لگانیوالی آگ ہے جس سے ظاہر و باطن سالک کا بھڑک اُٹھتا ہے اگر اس مقصد کے حصول سے یاس کلی ہو تو پھر اس محبوب حقیقی کے سچے طالب جیتے ہی مر جائیں۔ آج تک جس قدر اکابر متصوفین گزرے ہیں اُن میں سے ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ اس دین متین میں مثیل الانبیاء بننے کی راہ
صـ۲۵۹ کھلی ہوئی ہے جیسا کہ آں حضرت صلعم روحانی اور ربانی علماء کے لیے یہ خوشخبری فرما گئے ہیں کہ

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے کلمات طیبہ مندرجہ ذیل جو تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فریدالدّین عطار صاحب نے بھی لکھے ہیں اور دوسری معتبر کتابوں میں پائے جاتے ہیں اسی بناء پر ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ

میں ہی آدم ہوں میں ہی شیث ہوں میں ہی نوح ہوں میں ہی ابراہیم ہوں
میں ہی موسیٰ ہوں میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی محمدؐ ہوں صلے اللہ علیہ وسلم و علیٰ اخوانہ اجمعین

اور اگرچہ انہیں کلمات کی وجہ سے حضرت بایزید بسطامی ستر مرتبہ کافر ٹھہرا کر بسطام سے جو ان کے رہنے کی جگہ
صـ۲۶۰ تھی شہر بدر کیے گئے اور میاں عبدالرحمٰن خلف مولوی محمد کی طرح ان لوگوں نے بھی بایزید بسطامی کے کافر اور ملحد بنانے میں سخت غلو کیا لیکن اُس زمانہ کے گزرنے کے بعد پھر ایسے معتقد ہو گئے کہ جس کا حد انتہا نہیں اور ان کے شطحیات کی بھی تاویلیں کرنے لگے۔

ایسا ہی سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں اس بات کیطرف اشارہ فرماتے ہیں کہ انسان بحالت ترک نفس و اطلاق و فنا فی اللہ تمام انبیاء کا مثیل بلکہ اُنہیں کی صورت کا ہو جاتا ہے اور اس عاجز کے دوست مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ ۷ جلد ۷ میں جواز و امکان مثیلیت کے بارہ میں بہت کچھ لکھا ہے اور اگرچہ اس عاجز کے اس دعوے کی نسبت جو مثیل موعود ہونے کے بارہ میں براہین میں درج ہے اور بتصریح ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث نبویہ میں اس عاجز کی نسبت بطور پیشگوئی خبر دی گئی ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے کھلے کھلے طور پر کوئی اقرار نہیں کیا لیکن امکانی طور پر تسلیم کر گئے ہیں کیونکہ ان کا اس معرض بیان میں جو بمنصب ریویو صفحہ ۱۶۹ لکھنے کے ان کے لیے ضروری تھا سکوت اختیار کرنا اور انکار اور منع سے زبان نہ کھولنا دلیل قوی اس بات کی ہے کہ وہ اس بات کے بھی ہرگز مخالف نہیں کہ یہ عاجز مجازی اور رُوحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی قرآن اور حدیث میں خبر دی گئی ہے کیونکہ براہین میں صاف طور پر اس بات کا تذکرہ کر دیا گیا تھا کہ یہ عاجز رُوحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی اللہ اور رسول نے پہلے خبر دے رکھی ہے۔ ہاں اس بات سے اُس وقت انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شاید پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو مگر فرق اس وقت کے بیان اور براہین احمدیہ کے بیان میں صرف اس قدر ہے کہ اس وقت بباعث اجمال الہام کے اور نہ معلوم ہونے ہر ایک پہلو کے اجمالی طور پر لکھا گیا تھا اور اب مفصل طور پر لکھا گیا۔ بہرحال مولوی صاحب موصوف نے اس عاجز کے مثیل مسیح ہونے کے بارہ میں امکانی ثبوت پیدا کرنے کے لیے بہت زور دیا ہے چنانچہ ایک جگہ وہ محی الدین ابن عربی صاحب کی کلام کو بغرض تائید مطلب ہذا فتوحات مکیہ باب ۳۶۷ سے نقل کرتے ہیں اور وہ عبارت معہ ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

صفحہ ۲۶۹ غایۃ الوصلۃ ان یکون الشیٔ عین ما ظہر ولا یعرف کما رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد عانق ابن حزم المحدّث فغاب احدھما فی الاخر فلم نر الّا واحدا وھو رسول اللہ صلعم فھذہٖ غایۃ الوصلۃ وھو المعبر عنہ بالاتحاد (فتوحات مکیہ) یعنی نہایت درجہ کا اتصال یہ ہے کہ ایک چیز بعینہٖ وہ چیز ہو جائے جس میں وہ ظاہر ہو اور خود نظر نہ آوے جیسا کہ مَیں نے خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپ نے ابو محمد بن حزم محدّث سے معانقہ کیا پس ایک دوسرے میں غائب ہو گیا بجز ایک رسول اللہ صلعم کے نظر نہ آیا۔ پھر بعد اس کے مولوی صاحب موصوف اپنے اس بیان کی تائید میں نواب صدیق حسن مرحوم کی کتاب اتحاف النبلا میں سے ایک عربی رُباعی معہ ترجمہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

توھم واشینا بلیل مزارہ — فھم لیسعی بیننا بالتباعد
فعانقتہ حتٰے تحدنا تعانقًا — فلمّا اتانا ما رایٰ غیر واحد

جس کا ترجمہ یہ ہے ہمارے بدگو (رقیب) نے شب کو ہمارے پاس ہمارے معشوق کے آنے کا گمان کیا تو ہم میں جدائی ڈالنے میں کوشش کرنے لگا پس میں نے اپنے معشوق کو گلے سے لگایا پھر وہ (رقیب) آیا تو
صہ ۲۶۳ اس نے بجز مجھ ایک کے کسی کو نہ دیکھا۔ پھر یہ شعر فارسی نقل کیا ہے۔

جذبہ شوق بحدلیست میانِ من و تو — کہ رقیب آمد و نشناخت نشانِ من و تو

اس کے بعد یہ جملہ دعائیہ لکھا ہے رزقنا اللّٰہ من ھذہ الاتحاد فی الدنیا والاخرۃ یعنی خدائے تعالےٰ ہم کو بھی ایسا ہی اتحاد دنیا اور آخرت میں نصیب کرے۔

پھر میں مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے کی نسبت تتمہ کلام بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ گو یا احادیث اور فرقان اور انجیل کی رو سے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی فرقان حمید میں رافعك الیّ کا لفظ بھی تو موجود ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہو کر آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ آسمان کا تو کہیں اسجگہ ذکر بھی نہیں اس کے معنے تو صرف اس قدر ہیں کہ میں اپنی طرف تجھے اٹھالوں گا۔ اور ظاہر ہے کہ جو نیک آدمی مرتا ہے اس کی طرف روحانی طور پر اٹھایا جاتا ہے کیا خدائے تعالےٰ دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے جہاں حضرت یحییٰ اور عیسیٰ کی روح ہے؟ اور نیز جس حالت میں قرآن شریف اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ فوت ہو گئے ہیں تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے مراد جسم کے ساتھ اٹھایا جانا کمال درجہ کی غلطی ہے بلکہ صریح اور بدیہی طور پر
صہ ۲۶۴ سیاق و سباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی وجہ یہ کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ ہریک مومن جو فوت ہوتا ہے تو اس کی روح خدائے تعالےٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے؛

یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی۔
اے وہ نفس جو خدائے تعالیٰ سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف چلا آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں اندر آ۔ اس جگہ صاحب تفسیر معالم اس آیت کی تفسیر کر کے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بندہ مومن وفات پانے پر ہوتا ہے تو اس کی طرف اللہ جل شانہٗ دو فرشتے بھیجتا ہے اور ان کے ساتھ کچھ بہشت کا تحفہ بھی بھیجتا

ہے اور وہ فرشتے آکر اس کی رُوح کو کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ تو روح اور ریحان اور اپنے رب کی طرف بتوجہ سے راضی ہے نکل آ۔ تب وہ رُوح مشک کی اس خوشبو کی طرح جو بہت لطیف اور خوش کرنے والی ہو جو ناک میں
ص۲۶۵ پہنچ کر دماغ کو معطر کر دیتی ہو باہر نکل آتی ہے اور فرشتے آسمان کے کناروں پر کہتے ہیں کہ ایک رُوح چلی آتی ہے جو بہت پاکیزہ خوشبودار ہے۔ تب آسمان کا کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوتا جو اس کے لیے کھولا نہ جائے۔ اور کوئی فرشتہ آسمان کا ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے لیے دعا نہ کرے۔ یہانتک کہ وہ روح پایہ عرش الٰہی تک پہنچ جاتی ہے تب خدا تعالےٰ کو سجدہ کرتی ہے پھر میکائیل کو حکم ہوتا ہے کہ جہاں اور رُوحیں ہیں وہیں اس کو بھی لے جا۔

اب قرآن شریف کی اس آیت اور حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ رُوح مومن کی اس کے فوت ہونے کے بعد بلا توقف آسمان پر پہنچائی جاتی ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے تو پھر قرآن شریف کی اس آیت کو کہ یعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ ہے یا اس آیت کو کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے اس طرف کھینچنا کہ گویا حضرت عیسٰی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے تھے صریح تحکم اور زبردستی ہوگی کیونکہ جبکہ بر طبق روایت ابن عباس وسیاق وسباق کلام الٰہی متوفیک کے معنے یہی ہیں کہ میں تجھے ماروں گا
ص۲۶۶ تو پھر صاف ظاہر ہے جیسا کہ ابھی ہم بحوالہ کلام الٰہی لکھ چکے ہیں، کہ موت کے بعد نیک بختوں کی رُوح بلاتوقف آسمان کی طرف جاتی ہے۔ یہ تو نہیں کہ فرشتہ ملک الموت رُوح کو نکال کر کئی گھنٹے تک وہیں کھڑا رہتا ہے۔ اب اگر ہم فرض کے طور پر وہب کی روایت کو قبول کر لیں کہ حضرت عیسٰی تین گھنٹے تک مرے رہے یا سات گھنٹے تک مُردہ پڑے رہے تو کیا ہم یہ بھی قبول کر سکتے ہیں کہ تین گھنٹے تک یا سات گھنٹے تک فرشتہ ملک الموت اُن کی رُوح اپنی مٹھی میں لے کر اسی جگہ بیٹھا رہا یا جہاں جہاں لاش کو لوگ لے جاتے رہے ساتھ پھرتا رہا اور آسمان کی طرف اس رُوح کو اُٹھا کر نہیں لے گیا ایسا وہم تو سراسر خلاف نص وحدیث اور مخالف تمام کتب الہامیہ ہے اور جبکہ ضروری طور پر یہی ماننا پڑا کہ ہر یک مومن کی رُوح مرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہے تو اس سے صاف طور پر کھل گیا کہ رافعک الیّ کے یہی معنے ہیں کہ جب حضرت عیسٰی فوت ہو چکے تو اُن کی رُوح آسمان کی طرف اُٹھائی گئی بلا شبہ ہر شخص کا نور قلب اور کانشنس بلا تردد اس بات کو سمجھ لیتا اور قبول کر لیتا ہے کہ ایک شخص مومن کی موت کے بعد شرعی اور طبعی طور پر یہی ضروری امر ہے کہ اس کی رُوح
ص۲۶۷ آسمان کی طرف اٹھائی جائے اور اس طریق کا انکار کرنا گویا امہات مسائل دین کا انکار ہے اور نص اور حدیث سے کوئی ثبوت اس کا نہیں مل سکتا۔ اگر حضرت عیسےٰ حقیقت میں موت کے بعد پھر جسم کے ساتھ اُٹھائے گئے تھے تو قرآن شریف میں عبارت یوں چاہیئے تھی۔ یاعیسٰی انی متوفیک ثم محییک ثم رافعک مع جسدک الی السماء یعنی اے عیسٰی میں تجھے وفات دُونگا پھر زندہ کرونگا پھر تجھے تیرے جسم کے ساتھ آسمان

کی طرف اٹھاؤں گا لیکن اب تو بجز مجرّد رافعک کے جو متوفی کے بعد ہے کوئی دوسرا لفظ رافعک کا تمام قرآن شریف میں نظر نہیں آتا جو شم ممیتک کے بعد ہو اگر کسی جگہ ہے تو وہ دکھلانا چاہیئے۔ میں بدعویٰ کہتا ہوں کہ اس ثبوت کے بعد کہ حضرت عیسٰی فی الحقیقت فوت ہو گئے تھے یقینی طور پر یہی ماننا پڑیگا کہ جہاں جہاں رافعک یا بل رفعہ اللہ الیہ ہے اس سے مراد ان کی رُوح کا اُٹھایا جانا ہے جو ہر یک مومن کے لیے ضروری ہے ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری کا خیال دل میں لانا سراسر جہل ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تمام نبی خدائے تعالیٰ کی طرف ہی اٹھائے جاتے ہیں۔

صـ۲۶۸ اب ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عقیدہ کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر چلا گیا تھا قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا صرف بیہودہ اور بے اصل اور متناقض روایات پر اس کی بنیاد معلوم ہوتی ہے مگر اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہنی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے ایسے عقیدوں کے ساتھ دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔ اگر افریقہ کے ریگستان یا عرب کے صحرا نشین اُمیوں اور بدوؤں میں یا سمندر کے جزیروں کے اور وحشی لوگوں کی جماعتوں میں یہ بے سروپا باتیں پھیلائیں تو شاید آسانی سے پھیل سکیں لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی فلسفہ سے بکلی مخالف اور نیز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ثابت نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کے مخالف حدیثیں ثابت ہو رہی ہیں تعلیم یافتہ لوگوں میں ہرگز پھیلا نہیں سکتے اور نہ یورپ امریکہ کے محقق طبع لوگوں کی طرف جو اپنے دین کے لغویات سے دست بردار ہو رہے ہیں بطور ہدیہ و تحفہ بھیج سکتے ہیں جن لوگوں کے دل اور دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قوتوں میں صـ۲۶۹ ترقی دیدی ہے وہ ایسی باتوں کو کیونکر تسلیم کر لیں گے جن میں سراسر خدائے تعالیٰ کی توہین اور اس کی توحید کی اہانت اور اس کے قانون قدرت کا ابطال اور اس کے کتابی اصول کی تنسیخ پائی جاتی ہے۔

اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح کا جسم کیساتھ آسمان سے اُترنا اسکے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔ لہٰذا یہ بحث بھی کہ مسیح اسی جسم کیساتھ آسمان سے اُتریگا جو دنیا میں اس کو حاصل تھا۔ اس دُوسری بحث کی فرع ہوگی جو مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا تھا جبکہ یہ بات قرار پائی تو اوّل ہمیں اس عقیدہ پر نظر ڈالنا چاہیئے جو اصل قرار دیا گیا ہے کہ کہاں تک وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کیونکہ اگر اصل کا کما حقہٗ تصفیہ ہو جائیگا تو پھر اس کی فرع ماننے میں کچھ تامل نہیں ہوگا اور کم سے کم امکانی طور پر ہم قبول کر سکیں گے کہ جبکہ ایک شخص کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے جانا ثابت ہو گیا ہے تو پھر اسی جسم کے ساتھ واپس آنا اس کا کیا مشکل ہے۔ لیکن اگر اصل بحث قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو سکے بلکہ حقیقت امر اس کے مخالف ثابت ہو تو ہم فرع کو کسی طرح سے تسلیم نہیں کر سکتے اگر فرع صـ۲۷۰ کی تائید میں بعض حدیثیں بھی ہوں گی تو ہم پر فرض ہوگا کہ ان کو اصل سے تطبیق دینے کے لیے کوشش کریں اور اگر برعایت اصل وہ حدیثیں حقیقت پر حمل نہ ہو سکیں تو پھر ہم پر واجب ہوگا کہ انہیں استعارات و مجازات